ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

4 شعبان المعظم 1442ھ | اپریل 2021ء

عزم و ہمت اور صبر و استقامت کے

91 سال

تعمیر جدید دارالقرآن

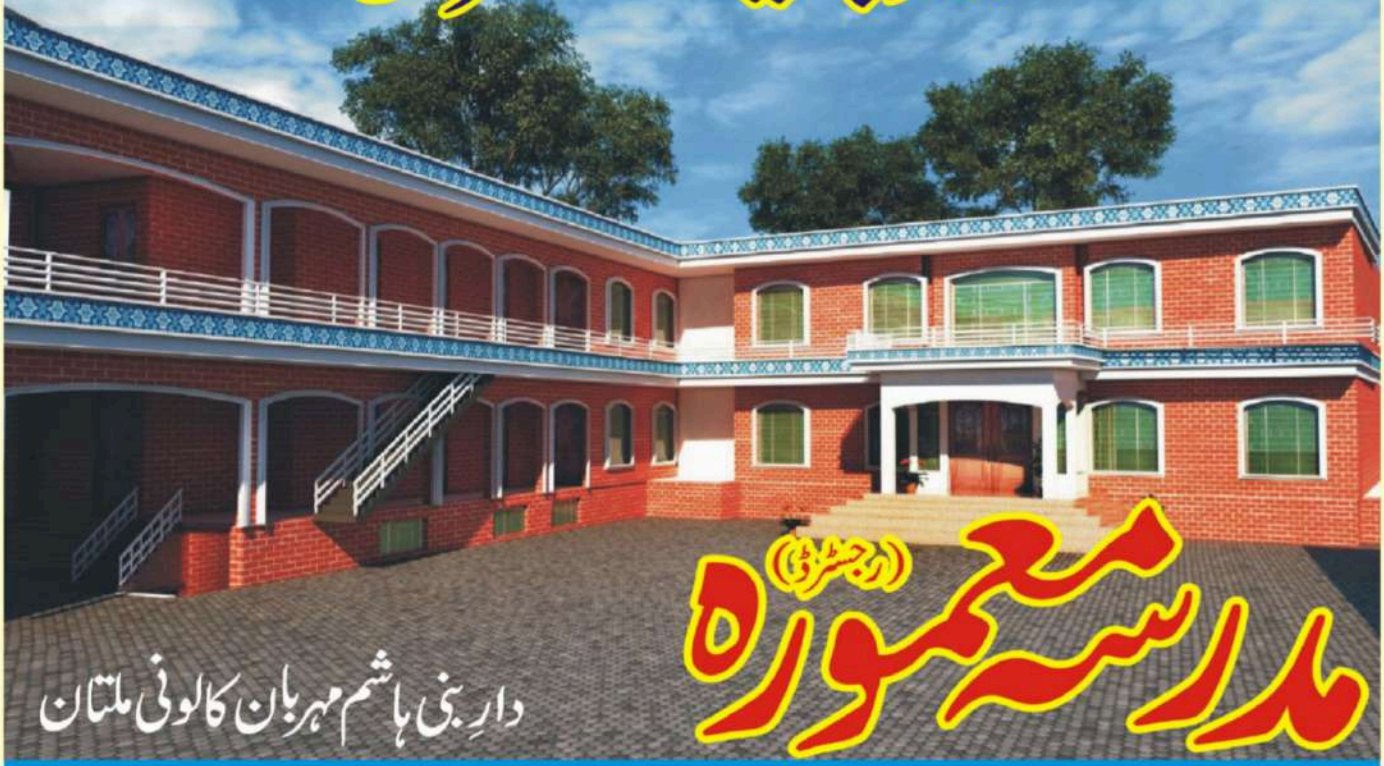

مدرسہ معمورہ (رجسٹرڈ)

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

الحمدللہ بیسمنٹ ہال، دارالقرآن، دفاتر اور لائبریری کی تعمیر جدید (17,500,000) ایک کروڑ پچھتر لاکھ روپے سے مکمل ہو چکی ہے۔

☆ درجہ کتب کے طلباء کے لیے درس گاہوں، دارالحدیث، دارالاقامہ پر مشتمل نئی عمارت کی تعمیر باقی ہے۔ جس کا تخمینہ تقریباً (3,00,00,000) تین کروڑ روپے سے متجاوز ہے۔

رابطہ برائے ترسیل زرتعاون: **سید محمد کفیل بخاری** (ناظم مدرسہ معمورہ)

بذریعہ چیک، ڈرافٹ، آن لائن: بنام مدرسہ معمورہ: اکاؤنٹ نمبر

A/C # 5010030736200010
Branch Code : 0729
THE BANK OF PUNJAB

بذریعہ اے ٹی ایم ٹرانسفر: **07290160065740001**

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 32 شمارہ 04 اپریل 2021ء / شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ

Regd.M.NO.32

تشکیل

دل کی بات:	وطن کی فکر کر ناداں		سید محمد کفیل بخاری	2
//	دورۂ تربیت المبلغین			4
دین ودانش:	مسئلہ ختم نبوت، احادیث کی روشنی میں		مولانا انوار الحق حقانی دامت برکاتہم	5
//	خلیفہ بلافصل رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (آخری قسط)		مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ	12
//	طلب قرطاس کی حقیقت		عطاء محمد جنجوعہ	18
//	فدک کی حقیقت (آخری قسط)		غلام مصطفیٰ	23
//	ماہِ رمضان المبارک تقویٰ کے حصول کا بہترین ذریعہ		مولانا ابوجندل قاسمی	26
//	زکوۃ کے مسائل		دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی	33
//	نقشہ برائے ادائیگی زکوۃ		مولانا اعجاز صمدانی	38
//	زمین کی پیداوار میں زکوۃ یعنی عُشر		ڈاکٹر محمد نجیب سنبھلی قاسمی	40
//	علماء وطلباء سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی باتیں		مفتی سمیع الرحمٰن	44
//	معیارِ انسانیت		مولانا سفیان علی فاروقی	49
//	وقت کی قدردانی		مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	52
تاریخ احرار:	تاریخ احرار (بارہویں قسط)		مفکر احرار چوہدری افضل حق رحمہ اللہ	56
الافتاء:	یوٹیوب چینل پر بیانات وغیرہ اَپ لوڈ کرنا اور اُس کی کمائی کا حکم		دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی	62
حسن انتقاد:	تبصرۂ کتب		مبصر: اخلاق احمد	63
ترحیم	مسافران آخرت		ادارہ	64

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رُفقائے فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید عطاء اللہ ثالث بخاری

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک ——— 300/- روپے

بیرونِ ملک ——— 5000/- روپے

فی شمارہ ——— 30/- روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم، ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎ 061-4511961

www.ahrar.org.pk

www.alakhir.com

majlisahrar@hotmail.com

majlisahrar@yahoo.com

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

سید محمد کفیل بخاری　دل کی بات

وطن کی فکر کر ناداں

سینیٹ انتخابات کا تماشا مکمل ہوا۔ کھیل ختم اور پیسہ ہضم حسب سابق انتخابی نتائج قبول نہ کرنے کی ہماری تاریخی وسیاسی روایت برقرار رہی۔ حکومت اپنی تمام تر طاقت کے باوجود سینیٹ کے انتخابی طریقۂ ''واردات'' کو تبدیل کرانے میں ناکام رہی۔ سپریم کورٹ میں دہائی دی تو فاضل عدلیہ نے الیکشن کمیشن کو ذمہ داری سونپ دی کہ وہ آئینی طریقۂ کار کے مطابق سینیٹ الیکشن کرائے۔ سینیٹ انتخاب میں حزب اختلاف نے خفیہ رائے شماری اور چیئر مین وڈپٹی چیئر مین کے انتخاب میں کھلے عام ووٹنگ کا مطالبہ کیا۔ جبکہ حکومت اس کے برعکس مطالبہ کرتی رہی۔ وزیر اعظم اور حکومتی جماعت الیکشن کمیشن پر برستے اور کوستے رہے۔ لیکن حزب اختلاف اسے سراہتی رہی۔ نتیجتاً الیکشن کمیشن نے بھی اپنی ''استقامت'' کا ریکارڈ برقرار رکھا۔

چیئر مین اور ڈپٹی چیئر مین کے انتخاب میں حکومتی امیدواروں کے ووٹ کس طرح زیادہ ہوئے اور قائد حزب اختلاف یوسف رضا گیلانی کے ووٹ کیسے زیادہ ہوئے؟ مقتدر قوتوں نے دونوں مواقع پر ایک ہی کلیہ استعمال کیا۔ یہی اس انتخابی ناٹک کا راز اور جان ہے۔ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ''کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی'' والا معاملہ ہوا۔

اس کے اندر کوئی فنکار چھپا بیٹھا ہے
جانتے بوجھتے جس شخص نے دھوکہ کھایا

یہ ایک قومی المیہ ہے کہ ہمارے ہاں رائج انتخابی نظام پر عوام کو اعتماد ہے نہ عوام کے منتخب نمائندوں کو۔ عام انتخابات سے لے کر سینیٹ کے انتخاب تک پورا نظام خرابیوں کا مجموعہ ہے''اِک معمہ ہے، سمجھنے کا نہ سمجھانے کا'' کشتیٔ اقتدار کے''کھیون ہار'' اگر نظام کی بہتری چاہتے ہیں تو سیاست دانوں سے شراکت اقتدار کا مستقل معاہدہ کر لیں۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کو ایک پیج پر لا کر سینیٹ انتخاب کے''طریقہ واردات'' کو تبدیل کر کے طریقۂ کار پر اتفاق رائے کر لیں تو شاید کشتی کنارے لگ جائے۔

عالمی اسٹیبلشمنٹ اور عالمی مالیاتی اداروں نے موجودہ حکمرانوں کے ذریعے اپنے کئی معطل منصوبوں پر عمل درآمد کرالیا ہے اور دباؤ بڑھا کر مزید مطالبات منوا رہے ہیں۔ خارجی محاذ پر مسئلہ کشمیر کے حل کا باب بظاہر ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔ پاکستان کے اہم ترین دوست ممالک چین اور سعودی عرب آج پاکستان سے سخت ناراض ہیں۔ سی پیک پر کام تقریباً بند ہو چکا ہے۔ چین نے ایران میں 25 سال کے عرصے کے لیے 400 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری

کے معاہدوں پر دستخط کر دیے ہیں۔ گریٹر اسرائیل کے منصوبے پر عمل درآمد کے لیے امریکہ، عرب ممالک کو پہلے ہی گھائل کر چکا ہے۔ اب صرف ایٹمی پاکستان کی رکاوٹ باقی ہے جسے دھیرے دھیرے معاشی زنجیروں میں جکڑ کر تنہا کیا جا رہا ہے۔ آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور ایف اے ٹی ایف کی نت نئی شرائط اور مطالبات کے سامنے سرِتسلیم خم کر کے ہم بچھے چلے جا رہے ہیں۔ موجودہ حکمران سیاسی، معاشی اور مذہبی شعبوں میں عالمی مالیاتی اداروں کی پالیسیوں کو من وعن قبول کر کے ہمہ گیر تباہی کے راستے پر گامزن ہیں۔ ناقص انتخابی نظام، عالمی سودی قرضے اور مدارس ومساجد و مدارس کو حکومتی تحویل میں لینے کا پاس ہونے والا بل، ایف اے ٹی ایف کی پالیسیوں کو قبول کرنے ہی کی کڑیاں ہیں۔

9 مارچ 2021ء کو رات کی تاریکی میں وفاقی کابینہ کے اجلاس میں ایک ایسی سمری پیش کر کے اس پر اتفاق کیا گیا جس کے تحت سٹیٹ بنک آف پاکستان اب خود مختار ادارہ بن جائے گا۔ گورنر سٹیٹ بنک، صدر مملکت، وزیراعظم، پارلیمنٹ اور کسی بھی ریاستی تحقیقاتی ادارے کو جواب دہ نہیں ہوگا۔ وہ صرف آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کو جواب دہ ہوگا۔ گویا ریاستی بینک ریاست سے آزاد ہوگا۔ آرڈی ننس کی بیساکھیوں کے سہارے چلنے والی حکومت یہ کڑوی گولی بھی کسی شوگر کوٹڈ آرڈیننس کے ذریعے قوم کو کھلا دے گی۔ گورنر سٹیٹ بینک ایک مالیاتی وائسرائے کے طور پر پوری آزادی کے ساتھ حقِ ملازمت ادا کرے گا۔ اور وہی پاکستان کا اصل حکمران ہوگا۔

ایٹمی پاکستان کی آزادی وخود مختاری کا گلا گھونٹ کر پوری قوم کو سودی قرضوں کی زنجیروں میں جکڑنے کا استعماری منصوبہ تکمیل کے مراحل میں ہے۔ سٹیٹ بینک، ایف بی آر اور وزارت خزانہ براہ راست آئی ایم ایف کے کنٹرول میں دینے کی منصوبہ بندی بڑی تیزی کے ساتھ مکمل کی جاری ہے۔ اس کے لیے ''سٹیٹ بینک ترمیمی ایکٹ 2021ء'' کے عنوان سے جو بل پیش ہونے والا ہے اس کی تفصیلات انتہائی بھیانک، خوفناک اور ہلاکت خیز ہیں۔ یہ پاکستان کو عالمی مالیاتی اداروں کی دائمی غلامی میں دینے کی شرمناک دستاویز ہے۔

اخباری ذرائع کے مطابق حکومت پاکستان نے آئی ایم ایف کی شرائط پوری کرنے کے لیے عوام پر 9 ارب ڈالر کے نئے ٹیکس لاگو کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب پاکستانی عوام 900 ارب روپے ٹیکس کی مد میں ادا کر کے مہنگائی کی چکی میں پسنے کے ساتھ ساتھ آئی ایم ایف کی غلامی انجوائے کرے گی۔

ریاست کے تمام سٹیک ہولڈرز خصوصاً ''حکومت ساز'' طاقت ور اداروں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وطن عزیز اور اس میں بسنے والی مظلوم عوام پر ترس کھائیں اور جینے کی راہیں سوچیں۔ غلامی موت اور آزادی زندگی ہے۔

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادی کے چرچے ہیں آسمانوں میں

دورۂ تربیت المبلغین

مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام پانچواں سالانہ دس روزہ دورۂ تربیت المبلغین 26 مارچ تا 4 اپریل 2021ء لاہور میں شروع ہو چکا ہے۔ شرکاء کی تعداد کے پیش نظر جامع مسجد ختم نبوت چند رورائے روڈ لاہور کے وسیع ہال کا انتخاب کیا گیا۔ مولانا محمد یوسف احرار کی سرپرستی اور ڈاکٹر محمد آصف کی نگرانی میں علماء و دانش ور حضرات کے علمی و فکری اور دعوتی لیکچرز جاری ہیں۔ اس دورے کا مقصد عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ، قادیانیوں کے کفریہ عقائد کا مطالعہ اور اُن کے پیدا کردہ شبہات و اعتراضات کے مدلّل جوابات، نیز قادیانیوں سمیت تمام غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینے کے لیے ''داعیان الی اللہ'' کی تیاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دعوت الی الخیر کے اس کام میں مسلسل کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ رمضان المبارک کے بعد ملک بھر کے دینی مدارس، کالجز اور دیگر اداروں میں ایک روزہ کورسز شروع کرنے کا ارادہ ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ احباب و قارئین سے دعاء کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مجلس احرار اسلام کی اس دعوتی مہم کو کامیابی سے ہم کنار کرے اور اس کارِ خیر میں مشغول احرار ساتھیوں کی محنت کو قبول فرمائے۔

اِن کورسز پر جتنے اخراجات ہوتے ہیں ''وہ ختم نبوت فنڈ'' سے پورے کیے جاتے ہیں لٹریچر کی اشاعت و تقسیم، نومسلمین کی کفالت اور مبلغین اسلام کے دعوتی اسفار و اجتماعات کے لیے اہل خیر خصوصی توجہ فرمائیں اور اپنے عطیات ختم نبوت فنڈ میں جمع کرائیں جو احباب مسلسل تعاون فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی خدمت قبول فرمائے اور جزاء خیر عطاء فرمائے۔ آمین

ترسیل زر کے لیے:

سید محمد کفیل بخاری (قائم مقام امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

0300-6326621

☆......☆......☆

شیخ الحدیث مولانا انوار الحق حقانی دامت برکاتہم

مسئلہ ختم نبوت، احادیث کی روشنی میں

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم اما بعد!

فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم، مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَکَانَ اللهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (سورة احزاب)

ترجمہ: نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم باپ کسی ایک کے تمہارے مردوں میں سے لیکن وہ تو رسول ہیں اللہ کے، اور خاتم ہیں انبیاء کے اور اللہ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے۔

عن جبیر بن مطعم عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحیٰ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی عقبی، وانا العاقب الذی لیس بعده نبی (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعمؓ اپنے والد سے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، اور میں ماحی ہوں جس کے ذریعہ کفر مٹادیا جائے گا اور میں حاشر ہوں جس کے بعد لوگ اٹھائے جائیں گے، اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

مسئلہ ختم نبوت:

وہ اصولی مسئلہ جس کو تسلیم کیے بغیر کوئی فرد مسلمان نہیں بن سکتا وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی اور رسول پیدا نہیں ہوسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے بارے میں ایک سو سے زیادہ آیات میں بیان فرمایا گیا۔ اوپر ذکر کردہ آیت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کا صریح اور واضح اعلان ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کا باپ نہ ہونے کا مطلب:

یہ بات یاد رکھیں جہاں رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ وہ کسی مرد کے باپ نہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکر اولاد پیدا ہی نہیں ہوئی۔ بلکہ آیت میں ''رجل'' یعنی مرد کی نفی ہے اولاد کی تعداد کے بارہ میں مختلف روایات ہیں۔ لڑکیوں کی تعداد پر اتفاق ہے کہ چار تھیں۔ تمام صاحبزادیاں بلوغت، ازدواج، اسلام اور ہجرت سے شرف یاب ہوئیں۔ صاحبزادوں کے بارے میں مختلف تعداد حتیٰ کہ آٹھ تک کا ذکر موجود ہے۔ البتہ دو کی پیدائش پر تمام

رواۃ کا اتفاق ہے جو کہ حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم ہیں ایک راوی کے مطابق حضرت قاسم دو مہینے کی عمر کو پہنچ کر وفات پا گئے، اور ابوداؤدؒ کے مطابق حضرت ابراہیم صرف دو مہینے دس دن زندہ رہے۔ گویا ان میں سے کوئی برخوردار عہد طفولیت سے عہد شباب جہاں سے انسان کی جوانی شروع ہو کر اس پر رجل کا اطلاق ہوتا ہے نہ پہنچ سکے۔

لفظ خاتم کی تشریح:

رب العالمین نے مرد یعنی بالغ اولاد کی نفی فرمائی۔ مجلس میں دینی علوم کے طلبہ کی موجودگی کے پیش نظر اتنا عرض کردوں کہ آیت کریمہ میں لفظ ''خاتم'' مذکور ہے تاء پر فتحہ (زبر) اور کسرہ دونوں حرکات سے پڑھا گیا ہے، پہلے یعنی تاء زبر سے پڑھنے کی صورت میں معنیٰ ''تمام انبیاء پر مہر'' اور تا پر ''زیر'' کا معنی تمام نبیوں کو ختم کرنے والا۔ دونوں حرکات سے پڑھنے کا مطلب اور مفہوم ایک ہی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب ایک تحریر خط وثیقہ یا معاہدہ لکھ کر اس کے آخری حصہ پر مہر ثبت ہو تو اس کا صاف مطلب یہی ہوتا ہے کہ جہاں مہر لگ گئی اس سے اوپر والا حصہ یہاں پہنچ کر ختم ہو گیا۔ اگر مہر کے بعد تحریر کا اضافہ ہوا تو یہ غلط، جعلی اور جو سلسلہ پہلے سے جاری ہے اس کا حصہ نہیں۔ یہ قاعدہ یقینی ہے کہ خاتم کا لفظ تا کہ زیر سے ہو یا زبر سے جب کسی مخصوص قوم یا جماعت کی طرف اضافت ہو اس کے معنیٰ آخری کے ہوتے ہیں۔ اب آپ نے آیت میں سن لیا کہ خاتم کی اضافت نبیین کی طرف ہے اس لیے اس کے معنیٰ آخرالنبیین اور انبیاء کے ختم کرنے والے اس کے علاوہ اور کوئی معنیٰ نہیں ہوسکتا۔

ختم نبوت کی نبوی تمثیل:

اس آیت کی تفسیر صاحب قرآن نے خود فرمائی۔

وعن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلی ومثل الا نبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ وترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفی روایۃ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور دیگر انبیاء کی مثال اس محل کی طرح ہے جس کی تعمیر انتہائی شاندار ہو مگر اس خوبصورت محل کے دیوار میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی ہو، جب لوگ اس خوبصورت عمارت کی عمدگی کو دیکھیں تو عمارت کی حسن وخوبی سے وہ حیرت زدہ ہو جائیں مگر جب ایک اینٹ کے مقدار جگہ دیکھیں گے تو وہ سخت تعجب میں مبتلا ہو جائیں گے۔ پس میں اس اینٹ کی خالی جگہ کو بھرنے والا ہوں، اس عمارت کی مکمل تکمیل میری ذات سے وابستہ ہے اور انبیاء ورسل کا سلسلہ مجھ پر اختتام پذیر ہوگا۔

حدیث مذکورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کو ایسے مکان سے تشبیہ دی۔ جس کی تعمیر میں ہر پیغمبر کی نبوت ایک خشت کے مانند لگ گئی ہر نبی اور سول اللہ کی طرف سے جو شریعت پیغام اور احکام لائے ان تمام احکامات، علوم اور پیغامات کے مجموعہ کو

ایک اعلیٰ وشاندار محل اور خوشنما عمارت سے تعبیر فرمایا۔ جس دیوار میں تکمیل عمارت کے لیے ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اس کے مکمل کرنے کے لیے ایک ایسے شخص کا انتظار تھا جو اس خالی جگہ کو پر کر کے محل کی تعمیر کا سلسلہ اور دروازہ مکمل طور پر ختم کر دے۔ پچھلے انبیاء کی لائی ہوئی شریعت وہدایت کے ذریعہ دین کا جو محل بن کر کچھ کسر باقی رہ گئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ کسر ہمارے آقا ومحبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری کردی۔ وہ آخری اینٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مقدس تھا جس کی تشریف آوری سے خدا کا دین بھی مکمل ہوا، شریعت حقہ بھی کامل ہوئی، اس لیے اب کسی اور نبی کے آنے کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بن کر آئیں گے:

جہاں تک ہمارے اس پختہ عقیدہ کا تعلق ہے کہ حضرت عیسیٰؑ قیامت سے پہلے دنیا میں تشریف لائیں گے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ان کی تشریف آوری ہوگی مگر ان کی آمد نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع کی حیثیت سے نازل ہوں گے اور امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دیگر مسلمانوں کی طرح وہ بھی ان کے قبلہ کی جانب رُخ کر کے نماز ادا فرمائیں گے۔ ان کی آمد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کی حیثیت سے دنیا میں مبعوث نہ ہوگا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا دور تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے کافی عرصہ پہلے گزر چکا اب ان کی آمد بطور نبی نہیں بلکہ ایک مقتدی اور متبع کی ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امامت سے انکار سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ مبارکہ میں ذکر فرمایا۔

وعن جابرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتزال طائفة من اُمّتي يقاتلون على الحق ظاهرين إلى يوم القيامة قال فينزل عيسىٰ ابن مريم فيقول اميرهم تعال صل لنا فيقول لا ان بعضكم على بعض امراء تكرمة الله هذه الا مة (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری جماعت میں ایک جماعت ہمیشہ کے لیے حق کے (غلبہ) کے لیے لڑتی رہے گی اور (مخالفین پر) غالب آئے گی۔ اور یہ سلسلہ (معرکۂ حق و باطل) قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا جب عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوں گے۔ (اس وقت مسلمان جنگ کی تیاری میں ہوں گے) ان کے امیر حضرت عیسیٰ کو دعوت دیں گے کہ آیئے ہمیں نماز پڑھائیں لیکن عیسیٰ ان کو امامت سے انکار فرما کر جواب دیں گے کہ میں امامت نہیں کروں گا۔ تحقیق تم میں سے بعض لوگ بعض پر امیر ہیں۔ اس وجہ سے کہ اللہ نے اس امت کو (دیگر امتوں پر) فضیلت وعظمت سے نوازا ہے۔

حضرت مہدی امام اور حضرت عیسیٰ مقتدی ہوں گے:

مسلمان حضرت عیسیٰ کو امامت کی دعوت اس لیے دیں گے کیونکہ امامت کا حق اس شخص کو ہوتا ہے جو سب سے افضل ہو۔ مسلمانوں کا خیال یہ ہوگا کہ نبی اور رسول کی حیثیت سے حضرت عیسیٰ ہم سب میں افضل ہیں۔ امامت کے حق دار بھی وہی ہیں۔ مگر حضرت عیسیٰ کو تو معلوم ہوگا کہ نبوت ورسالت کا دروازہ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے کہیں میری امامت

سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ دین مصطفوی منسوخ ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ جب آسمان سے اتریں گے۔ صحیح مسلم کے مطابق سات سال زمین پر حاکم اور خلیفہ کی حیثیت سے دین محمدی کے مطابق لوگوں کو خیر پر عمل کرنے اور گناہوں سے بچنے کی تلقین کریں گے۔ البتہ امت محمدی کی عظمت وشرافت اور بزرگی کے پیش نظر نماز پڑھانے والا امام مہدی ہوگا۔ عیسیٰ ان کے پیچھے مقتدی کی حیثیت سے نماز ادا کریں گے۔ اگرچہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان سے نزول فرمائیں گے، اس وقت امام مہدی امام کی حیثیت سے مسلمانوں کو نماز پڑھانے کی کیفیت میں ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ کی آمد پر ان کی خواہش ہوگی کہ حضرت عیسیٰ نبی کی حیثیت سے افضل ہونے کی وجہ سے میری جگہ آ کر مزید نماز جاری رکھیں۔ مگر اس وقت حضرت عیسیٰ لوگوں میں شبہ پیدا ہونے کی وجہ امامت سے انکار کر دیں گے۔ بعد میں پھر اور نمازوں کی امامت حضرت عیسیٰ فرمائیں گے کیونکہ نبی کا مقام ان کو حاصل ہے اس وجہ سے وہ امام مہدی سے افضل ہیں۔

بہر حال یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ جتنا عرصہ زمین پر حکومت وسیادت کا منصب سنبھالیں گے وہ امت محمدی کے دین شریعت کے مطابق احکامات جاری کیا کریں گے۔ وہ ملت اسلامیہ کے ایک فرد ہوں گے اب ان کے احکامات وتعلیمات کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہوگا نہ کہ انجیل۔

نزولِ عیسیٰ دلیل ختم نبوت:

استاذی استاذ العلماء محقق العصر حضرت العلامہ مولانا شمس الحق افغانیؒ فرمایا کرتے تھے دورِ محمدی میں حضرت عیسیٰ کی آمد ایسی ہے جیسے ایک گورنر کے صوبہ میں دوسرے گورنر کا آنا۔ جو پہلے والے گورنر کے احکام کا تابع ہو کر آئے گا۔ نیز عیسیٰ کا نازل ہونا ہی ختم نبوت کی دلیل ہے۔ اگر دنیا میں نئے نبی کے آنے کا سلسلہ جاری رہتا تو پھر گزرے ہوئے انبیاء میں سے ایک نبی کو دنیا میں واپس کیوں لایا جاتا؟ بلکہ سیدھے سبھاؤ ایک نیا نبی بھیج دیا جاتا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واپس لانا ثبوت ہے کہ انبیاء علیہم کی تعداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر مکمل ہو چکی ہے۔ اسی وجہ سے سابق انبیاء علیہم السلام میں سے ایک پیغمبر یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دوبارہ نزول کے لیے متعین فرمایا۔ خاتم النبیین یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نہیں نبی نہ بنایا جائے گا اور عیسیٰ کا تعلق انبیاء کے اسی جماعت سے ہے جنہیں آپ سے پہلے نبی بنا کر بھیجا گیا۔

اعلان ختم نبوت:

حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن اعلان ہوا کہ ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِ سْلَامَ دِیْنًا''. (سورۃ مائدۃ)

ترجمہ: ''آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے تمہارا دین اور پورا کیا میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے لیے دین اسلام۔''

اس آیت کے نزول کے بعد صرف اکیاسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے۔ تکمیل دین کا اعلان اس بات کا واضح

ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ سب سے آخر میں دنیا کو نبی کی حیثیت سے بھیجے گئے کہ نبیوں کے فہرست میں کوئی نبی باقی نہ رہا۔ اس تکمیل دین کے اعلان کے بعد اب قرآن وشریعتِ مطہرہ کامل ہے اس میں ترمیم وتبدیلی کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہوسکتی ہے اس لیے اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت قطعاً نہیں۔ اگر نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو اسلام کے تمام تعلیمات فضول ہوکر اسلام ناقص رہے گا۔ کیونکہ پھر تو اس نئے آنے والے نبی پر ایمان لانا ہوگا ورنہ قرآن حدیث اور شریعت پر عمل کرنے کے باوجود اس نئے نبی پر ایمان نہ لانے والا کافر ہوگا۔ تو کمال دین تب ہوگا کہ جس نبی پر یوم عرفہ اکمال واتمام دین کا اعلان ہوا اسی پر خاتم الانبیاء ہونے کی حیثیت سے ایمان لایا جائے۔ اگر اس پر اسی محکم عقیدے کے مطابق ایمان واذعان نہ ہو پورا دین ناقص بلکہ ختم ہوجائے گا۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حکم حلال وحرام کے بارہ میں نازل نہیں ہوا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی آپ پر نازل ہونے والی کتاب یعنی قرآن مجید کامل اور آخری کتاب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں آپ پر نازل ہونے والی کتاب ''خاتم الکتب'' ہے۔ تمام آیات جن کی تعداد سو سے زیادہ ہے نبوت کے انقطاع پر دلائل قطعیہ کی حیثیت سے قائم و دائم ہیں اور قیامت تک آنے والے انسان آپ ہی کی امت اور آپ ان سب کی طرف مبعوث ہیں۔

احادیث متواترہ اور مسئلہ ختم نبوت:

احادیث مقدسہ کی روشنی میں رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی بے شمار روایات درجۂ تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر آپ کے سامنے ضروری سمجھتا ہوں تاکہ آپ کی بھی ختم نبوت کے مسئلہ پر رہنمائی ہوسکے کہ نہ صرف قرآن بلکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی احادیث متواترہ صحابہ کرام کے واسطے سے بہت بڑی جماعت نے نقل کیے:

وعن العرباض بن ساریةؓ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال إنی عند الله مکتوب خاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینته (رواه فی شرح السنة)

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی وقت سے خاتم النبیین لکھا گیا ہوں جس وقت (حضرت) آدم علیہ السلام اپنی گندھی ہوئی مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض اس جملہ سے یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کا قالب بھی بن کر تیار نہ ہوا تھا نہ اس میں روح پڑی تھی کہ میرا نام اس دنیا میں خاتم النبیین کی حیثیت سے رب العالمین نے لکھا ہوا تھا

وعن سعد ابن وقاص قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لانبی بعدی (رواه بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص روایت کررہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تم

میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے، فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی دنیا کو بحیثیت نبی آنے والا نہیں۔

یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے درمیان آپس کی قرابت داری مرتبہ اور تعاون جو رہا یہ سارے اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے درمیان موجود تھے، اس لیے حضرت علیؓ کو حضرت ہارونؑ سے تشبیہ دی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے مابین جو فرق تھا وہ واضح فرمایا۔ حضرت ہارونؑ نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

وعن جابرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اول شافع ومشفع ولا فخر (رواہ الدارمی)

ترجمہ: حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے روز) میں تمام انبیاء اور رسولوں کا قائد ہوں گا۔ اور میں یہ بات فخر یہ طور پر نہیں کہتا۔ میں سلسلہ انبیاء کو ختم کرنے والا ہوں (میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں) اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔ (قیامت کے روز) سفارش کرنے والا پہلا شخص میں ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

نبوت کے جھوٹے دعویدار:

محترم حاضرین! آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ کے سلسلہ میں بار بار سن چکے ہیں کہ اس عظیم اور برتر ہستی میں ریاء خودنمائی اور تکبر کا نام ونشان تک نہ تھا۔ مذکورہ حدیث میں لافخر کا ارشاد بھی ہر فضیلت ومنقبت کے ساتھ بطور کسر نفسی فرما رہے ہیں کہ میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں اللہ کے ہاں جو حقیقی واقع ہونے والی صورت حال ہے وہ بیان کردوں نہ کہ میرا یہ بیان از راہ فخر ومباہات ہے۔ نیز میرا یہ اقرار اللہ کے مجھ پر عظیم نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ہے۔ خطبہ کے ابتدا میں جو حدیث پیش کی اس میں یہ الفاظ ہیں کہ **"وانا العاقب"**، جس کے معنی سب سے پیچھے آنے والا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمام رسولوں اور انبیاء کے بعد دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں کوئی نیا نبی آنے والا نہیں۔ اور اگر کسی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ کذاب ہوگا۔ نبوت کے ان جھوٹے دعویٰ کرنے والوں کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہونے والے فتنوں میں بھی فرمایا ہے تا کہ قیامت تک آنے والے مسلمان ان انسانی شیاطین کے دام فریب میں پھنسنے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ ان فتنوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک طویل ارشاد نقل کرتے ہیں جس میں علامات قیامت مذکور ہیں کہ جن میں کئی معرکۃ الاراء واقعات رونما ہوں گے۔ صرف وہ حصہ ذکر کر رہا ہوں جس میں رسالت کے جھوٹے دعویداروں کا ذکر ہے۔

تیس جھوٹے دجالوں کا ذکر:

عن ابی ہریرہؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتیٰ یبعث دجالون کذابون قریبا من ثلٰثین کلھم یزعم انہ رسول اللّٰہ الخ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک بڑے زبردست مکاروعیا پیدا نہ ہوں جو خدا اور سول پر جھوٹ بولیں گے ان کی تعداد تیس کے قریب ہوگی۔ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ ہوگا کہ وہ خدا کا رسول ہے۔

حدیث میں دو جھوٹے نبوت کے دعویداروں کا ذکر:

انبیاء کے خواب بھی وحی کی حیثیت رکھتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھ کر اس کی تعبیر نبوت کے دو جھوٹے دعویداروں کی موجودگی سے فرمائی۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا نائم اتیت بخزائن الا رض فوضع فی کفی سواران من ذھب فکبر علی فاوحی الی ان انفخھما فنفختھما فذھبا فأوَّلتھما الکذابین الذین انا بینھما صاحب صنعاء وصاحب الیمامہ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ (ایک دن) میں سورہا تھا کہ (خواب) میں زمین کے خزانے میرے سامنے پیش کیے گئے۔ پھر میرے ہاتھ پر سونے کے دو کڑے رکھے گئے۔ جو مجھ پر بہت ناگوار ہوئے اس کے بعد مجھ پر وحی آئی کہ ان کڑوں پر پھونک مارو چنانچہ میں نے پھونک ماری وہ کڑے اڑ گئے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر ان دونوں جھوٹے نبوت کے دعویٰ کرنے والوں سے کی جن کے (باعتبار سکونت) میں درمیان میں ہوں ایک یمامہ والا دوسرا صنعاء والا۔

ایک دوسری روایت میں جسے ترمذی نے نقل کیا ہے اس طرح ان میں سے ایک تو مسلیمہ ہے جو یمامہ کا باشندہ اور دوسرا اسود عنسی صنعا کا رہنے والا ہے۔ اسود یمنی نے حضورؐ کے دنیا میں موجود ہوتے ہی نبوت کا دعویٰ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں مبتلا تھے۔ حضرت فیروز دیلمیؓ نے اسود کو مار کر اپنے انجام کو پہنچایا اور مسیلمہ کذاب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں دعوائے نبوت کر کے حضرت وحشیؓ کے ہاتھ واصل جہنم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی سچی تعبیر تھی کہ ان دونوں کو اپنے خباثت کی سزا دنیا میں مل کر اپنے آخرت کو بھی برباد کر دیا۔ ان تین چار روایتوں کے علاوہ اور بھی کئی احادیث جو ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں تواتر کا درجہ حاصل کر چکی ہیں متواتر احادیث سے جو انکار کرے وہ کافر ہے۔

حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد تک کسی نبی کو خاتم النبیین کے لقب سے نہیں نوازا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا خاتمہ ہو کر خاتم النبیین کے خصوصیت سے مالا مال ہوئے قطعی نصوص سے مسئلہ ختم نبوت ثابت ہونے کے باوجود عالم کفر اور استعمار کے درپردہ ٹولے نے اس مسئلہ کو متنازعہ بنانے کی کوششیں کیں۔ حق تعالیٰ ہم اور جملہ مسلمانوں کو اسلام کے محکم عقائد میں نقب لگانے والوں کی سازشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(ماہنامہ وفاق المدارس ملتان، مارچ 2021ء رجب المرجب ۱۴۴۲)

امام اہل سنت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ (آخری قسط)

امیر المؤمنین خلیفہ بلافصل رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اصلی تصویر

آیئے اب آپ کو وہ اصلی تصویر بھی دکھا دیں جو کتاب وسنت سے ثابت، واقعات تاریخ کے مطابق اور ان مبارک ومقدس حضرات کے شایان شان ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آؤ حضور کے پاس چلیں اور آپ کے بعد خلافت کے متعلق پوچھ لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَآ اَسْئَلُہٗ اَبَداً : بخدا میں حضور سے اس کا سوال کبھی نہیں کروں گا۔

پھر حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے پر اصرار کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت لینے سے انکار کر دیا (۱)

دار قطنی میں ہے کہ جب سب صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علیحدگی میں فرمایا کہ ''یہ کیا ہو گیا کہ قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے بنوتیم کا آدمی (یعنی حضرت صدیق اکبر) تم سے بڑھ گیا۔ اگر تم اب بھی چاہو تو کچھ نہیں بگڑا، میں اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں''۔ اس کا جو جواب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیا وہ سُننے کے قابل ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہی شایانِ شان ہے۔ فرمایا: ''اے ابوسفیان ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام سے دشمنی ہی کرتے رہے ہو، مگر تمہاری دشمنی اسلام کا کیا بگاڑ سکی؟ جاؤ! اِنَّـا لَنَـرٰی اَنَّ اَبَـابَکْـرٍ اَحَق۔ ہم جانتے ہیں کہ ابوبکر ہی اس امرِ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ (۲)

جب یمن سے حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو چکے تھے۔ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں کہا کہ آپ بنوعبد مناف خلافت کے معاملہ میں ہار کیوں گئے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اسے ہار سمجھتے ہو یا خلافت؟ تو حضرت خالد نے فرمایا کہ بے شک یہ خلافت ہے ورنہ اس معاملہ میں کوئی شخص زبردستی تم پر غالب نہیں ہو سکتا تھا! (۳)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ میں بیعت ہوئی تو حضرت صدیق اکبر کے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ انہوں نے جب سُنا تو پوچھا کہ کیا بنو ہاشم اور بنومخزوم (خالد بن ولید کے قبیلہ) نے بیعت کر لی ہے؟ بتایا گیا کہ ہاں؟ تو حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَن یشَاء (۴)

طبری پوری سند سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیعت لینے بیٹھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر میں صرف کرتا پہنے بیٹھے تھے۔ معلوم ہوتے ہی صرف کرتے میں ہی دوڑے دوڑے مسجد میں آ گئے کہ بیعت میں زیادہ تاخیر نہ ہو جائے۔ بیعت کرنے کے بعد گھر سے کپڑے منگوا کر پہنے۔

ان سب سے واضح روایت وہ ہے جسے مشہور محتاط نقاد اور محدث مؤرخ حافظ ذہبی اور حافظ ابن عساکر و دارقطنی نے لکھا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں کوفہ میں مقیم تھے تو ان سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس اس خلافت کا کوئی عہد نامہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کیا سمجھتے ہو۔ اگر میرے پاس کوئی عہد نامہ ہوتا تو میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو منبر نبوی کی پہلی سیڑھی پر بھی قدم رکھنے دیتا؟ (۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ اچانک وفات پا گئے نہ ہی اچانک قتل کیے گئے۔ بہت سے دن اور راتیں آپ بیمار رہے۔ میرے سامنے مؤذن آ کر نماز کا پوچھتا تو فرماتے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو وہ نماز پڑھائے۔ پھر آ کر پوچھتا پھر فرماتے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہو وہ نماز پڑھائے حالانکہ میں موجود ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی جانتے تھے۔ بلکہ ازواج مطہرات میں سے ایک نے عرض بھی کیا کہ ابوبکر نماز نہ پڑھائیں تو حضور علیہ السلام ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ابوبکر کو ہی کہو وہ ہی نماز پڑھائیں۔ پھر جب حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو ہم نے نظر دوڑائی تو بالآخر جن کو حضور نے ہمارے دین کے لیے پسند کیا تھا، ان کو ہم نے اپنی دنیا کے لیے پسند کر لیا۔ کیونکہ نماز دین کا ستون اور ریڑھ کی ہڈی ہے۔ پس ہم نے ابوبکر کو اس کا اہل سمجھ کر بالاتفاق ان کی بیعت کر لی۔ اور کوئی دو شخص بھی تو ہم میں سے مخالف نہ نکلے۔ پھر میں نے ابوبکر کا مقام پہچانا، ان کے حکم سے جہاد کیا، ان کے عطیے قبول کیے، ان کے حکم سے لوگوں کو حدود شرعیہ کی سزائیں دیں۔ پھر جب حضرت صدیق اکبر کا انتقال ہو گیا اور وہ خلافت حضرت عمر کے سپرد کر گئے تو ہم سب نے بالاتفاق ان کی بیعت کر لی اور کوئی دو شخص بھی تو ہم میں سے مختلف نہ ہوئے۔ پھر میں نے عمر کا بھی مقام پہچانا، ان کے حکم سے جہاد کیا ان کے عطیّے قبول کیے، ان کے حکم سے اپنے دُرّے سے لوگوں کو حدود شرعیہ کی سزائیں دیں۔ پھر جب وہ شہید کر دیئے گئے تو انہوں نے اپنا جانشین نامزد کرنے سے احتراز کیا اور اپنے خاندان (۶) کے بھی کسی آدمی کو اس شوریٰ کا ممبر نہ بنایا اور خلیفہ مقرر کرنے کی ذمہ داری چھے اشخاص کے سپرد کر دی۔ پھر بات عبدالرحمٰن بن عوف پر آ ٹھہری۔ انہوں نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی ہم نے بھی کر لی، پھر میں نے ان کی بھی اطاعت کی، ان کے حکم سے جہاد کیا، ان کے عطیّے قبول کیے۔ ان کے حکم سے لوگوں کو حدود شرعیہ کی سزائیں دیں۔ پھر جب وہ شہید کر دیئے گئے تو اہل حرمین و بصرہ و کوفہ نے میری بیعت کر لی (۷)

ملاحظہ فرمایا آپ نے! حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کا کتنا ''شوق'' تھا۔ اور وہ کتنے ''بے بس'' اور ''کمزور'' تھے۔ اگر حصولِ خلافت طاقت پر ہوتا تو صرف بنو ہاشم ہی بنو تیم کے لیے کافی تھے۔ چہ جائیکہ بنو ہاشم کے ساتھ بنو اُمیہ اور بنو مخزوم بھی شامل ہو جاتے؟ اور پھر جبکہ حضرت عباس، حضرت ابوسفیان اور حضرت خالد بن سعید بن عاص نے

خود پیش قدمی کر کے اپنے عندیے کو ظاہر کر دیا اور حضرت زبیر اور دوسرے بنو طالب ومطلب بھی ہمنوا تھے۔ پھر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمزلف ہونے کی وجہ سے حضرت عثمان بھی الگ نہ ہوسکتے تھے۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ گویا قریش کا ''سوادِ اعظم'' اکٹھا کر سکتے تھے لیکن حضرت علی جانتے تھے جیسے کہ انہوں نے حضرت ابوسفیان کی پیش کش کے جواب میں اعلان فرمایا۔ کہ

''اِنَّا لَنرىٰ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ اَحَقُّ'' ترجمہ: ہم یقیناً جانتے ہیں کہ اس خلافت کے زیادہ مستحق حضرت ابوبکر ہی ہیں!

حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت علی کا قریش کے مضبوط ترین قبیلے بنواُمیہ کے مضبوط ترین حاکم حضرت امیر معاویہ سے جنگ کرنا اور قریش کے کمزور ترین قبیلہ بنوتیم کے حضرت ابوبکر صدیق سے نہ الجھنا بڑی مضبوط دلیل ہے کہ حضرت علی تقیہ کر کے ان حضرات کے ساتھ نہ تھے بلکہ ان کو حق پر سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ تھے۔ اور اگر ان کے پاس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کوئی عہد نامہ ہوتا تو ان سے ضرور جنگ کرتے۔ پس معلوم ہوگیا کہ تقیہ والی بات نرا جھوٹ اور خالص افترا ہے (۸)

ہم نے دونوں تصویریں ناظرین کے سامنے رکھ دی ہیں۔ ان میں سے جو تصویر آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مطہرہ آپ کے آلِ بیت اطہار اور حضرات صحابۂ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان عالی کے مطابق نظر آتی ہو اسے قبول کرلیں۔ یہ دوسری تصویر اصلی اور حقیقی تصویر ہے جو ان حضرات کے شایان شان بھی اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کے متفقہ مسلک اور عقیدہ کے بھی عین مطابق ہے اور بالکل مستند اور قطعی روایات سے ثابت ہے۔ پھر اسی تصویر سے حضرات خلفاء راشدین اہل بیت عظام اور حضرات صحابہ کرام کی عزت قائم رہ سکتی ہے اور قرآن پاک اور دین اسلام باقی رہ سکتا ہے۔

اور اگر کسی کا دل دوسرے خرافاتی افسانے پر ریجھتا ہو تو صحیح روایات کے سراسر منافی خالص جھوٹ اور نرا افترا ہے اور پوری اسلام دشمنی ہے۔ اور تاریخ کی مستند کتابوں سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے یہ شوشہ اسلام کے حقیقی خونخوار دشمن اور اصلی یہودی ''ابن سبا'' اور اس کے پیرووں نے چھوڑا ہے۔ (خدا اس کو جہنم رسید کرے اور اس کی پارٹی اور اس کی محبت و پیروی میں صحابہ واز واج کو گالیاں بکنے والوں کو تباہ و برباد کرے) تو وہ اسے مانتا رہے ہم کسی کو روک تھوڑا ہی سکتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے کہ اس صورت میں نہ نبوّت باقی رہتی ہے، نہ صحابیت، نہ خلافت نہ اسلام، نہ قرآن۔ اس قسم کی ذلیل رسا کشیوں کو تو آج کل کے شریف دنیا دار بھی معیوب سمجھتے ہیں۔ چہ جائیکہ وہ پاک ہستیاں؟ پھر اس کے ساتھ ہی جملہ بنو ہاشم کے جُبن و بزولی کی تشہیر کے ساتھ اسدُ اللہ الغالب، امیر المؤمنین علی ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ایک نہ دو پورے چوبیس برس روباہی بھی کرانی پڑتی ہے۔ حالانکہ

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

باخبروں کی بے خبری

ان عقل مندوں کو اتنا پتا بھی نہیں کہ بنوعبدالمطلب کو بزدلی اور جبن سے کیا نسبت؟ بنوعبدالمطلب کی شجاعت تو منصوص ہے۔ ایمان تازہ کرنے کے لیے دو چار مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(ا) غزوۂ حنین میں جب گھمسان کا رَن پڑا اور مجاہد صحابہ عام انتشار اور افراتفری میں بچھڑ گئے اور کفار کا سارا زور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا۔ اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ کے خچر پر سوار تھے۔ جس کی لگام حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ تھامے ہوئے تھے۔ اس خوفناک اور خطرناک حالت میں بھی حضور علیہ السلام رکابوں کے بل خچر پر کھڑے ہو گئے اور زور سے پکارا۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبُ　　اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اس دوسرے جملے انا ابن عبدالمطلب کا مطلب یہی ہے کہ عبدالمطلب کی اولاد بزدل ڈرپوک ہو سکتی ہی نہیں مزید شواہد ملاحظہ ہوں:

(۲) غزوۂ خندق میں حضور علیہ السلام کی پھوپھی اور مشہور بہادر اور حضور علیہ السلام کے حواری اور پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر کی والدہ حضرت صفیہ بن عبدالمطلب ایک قلعہ میں تھیں۔ اس قلعہ کی نگرانی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی اور ایک مسلح یہودی اس قلعہ کے اردگرد چکر لگاتا ہوا نظر آیا۔ مگر حضرت صفیہ نے حضرت حسان کو کہا کہ اس یہودی کو جا کر قتل کردو۔ مگر حضرت حسان نے کچھ لیت ولعل کی تو خود حضرت صفیہ خیمہ کی ایک چوب لے کر باہر نکل آئیں اور جاتے ہی اس کافر یہودی کو جہنم رسید کر دیا۔

(۳) اور ہم ناظرین کی خدمت میں حضرت شیر کربلا، جگر گوشۂ مرتضیٰ، حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کا سنہری کردار باوقار پیش کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ آپ وطن سے صدہا کوس دور اس لق ودق بے آب وگیاہ میدان کربلا میں بے یارومددگار یکہ وتنہا ہیں، کوئی قوم کوئی برادری معاون وامدادی نہیں۔ ہر طرف سے دشمنوں کے محاصرہ ونرغہ میں گھرے ہوئے ہیں۔ موت سامنے ہے اور اہل وعیال کی تباہی و بربادی واضح۔ مگر اس جگر پاش ہوشربا صورت حال میں بھی اسداللہ الغالب کا شیر فرزند کس انتہائی شجاعت وبسالت اور شہامت واستقامت کے ساتھ مردِ میدان بن کر انا الحسین ابن علی (میں ہوں علی کا بیٹا حسین) کی للکار لگا کر جان جان آفرین کے سپرد کر دیتا ہے۔ اپنے اعوان وخاندان کو آنکھوں کے سامنے کٹوا دیتا ہے مگر شمر وابن زیاد کی بیعت قبول نہیں کرتا۔

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسینؓ کی　　آزادی حیات کا یہ سرمدی اُصول
چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر　　لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

(۴) تاریخ اسلام کے اس المناک ترین حادثہ کربلا کے بعد جب حسینی قافلہ کے بچے کھچے تباہ حال افراد دربار ابن زیاد میں پہنچتے ہیں تو دشمنوں کے گھر میں ان کے منہ پر حضرت زینب بنت فاطمۃ الزہراء نے جس محیر العقول جرأت اور دلیری سے ابن زیادہ اور یزید کوتر کی بترکی جواب دیئے وہ تاریخ کے اوراق میں قیامت تک شجاعت کا ایک سنہری باب ہیں۔

(۶) اسی حادثہ میں سیدنا حضرت علی اصغر زین العابدین جو کم عمر نوخیز نوجوان تھے اور کربلا کی قیامت آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ اسکے باوجود انہوں نے جس جرأت، تحمل، حوصلہ اور دلیری سے ابن زیاد اور یزید کے ساتھ مکالمہ کیا اور فی البدیہہ آیات قرآنی سے برجستہ استشہاد کیا وہ اس کم عمری میں یقیناً قابل داد ہے اور رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔

(۷) یہ جو حضرات مذکور ہوئے ہیں یہ تو پھر بھی کچھ نہ کچھ عمر اور سمجھ بوجھ رکھتے تھے مگر حضرت عمر بن حسین بہت ہی کمسن بچے تھے۔ حادثہ کربلا کے بعد دمشق میں یزید کے گھر قیام کے زمانہ میں ان کو اور حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہما کو یزید اپنے ساتھ کھانا کھلاتا تھا۔ یزید کا بھی ایک چھوٹا بچہ خالد نامی تھا۔ ایک دن یزید نے خوش طبعی کے طور پر عمر بن حسین کو کہا کہ تم خالد کے ساتھ کشتی لڑ سکتے ہو؟ عمر بن حسین نے کہا کہ یوں نہیں آپ ایک چھری خالد کو دے دیں اور ایک مجھے دیدیں پھر ہماری لڑائی کا تماشا دیکھیں یہ سن کر یزید حیران رہ گیا۔ عمر بن حسین کو گود میں اٹھالیا اور کہا کہ شیر کا بچہ شیر ہی ہوتا ہے۔

ناظرین باتمکین انصاف، انصاف اور خدارا انصاف!

کہ ایسے شیروں کے شیر باپ اسد اللہ الغالب، امیر المؤمنین، امام الاشجعین، علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہ جن کی قیامت تک نہ مٹ سکنے والی شہرہ آفاق شجاعت اور شہامت سورج سے زیادہ روشن اور واضح ہے اور شجاعت کے باب میں جن کا نام نامی ہی ضرب المثل ہے، اور جن کو قتل وقتال سے اتنی محبت تھی کہ غزوہ تبوک میں حضور علیہ السلام نے ان کو مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا تو روتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ تُخَلِّفُنِی مَعَ الْخَوَالِفُ کہ پیچھے رہنے والی عورتوں اور بچوں کے ساتھ مجھے چھوڑتے ہیں تو حضور نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُونَ مِنِّی بِمُنْزِ لَۃِ ھَارُوْنَ مِن مُوسٰی اِلَّا انَہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (ابن کثیر ج ۷، ۳۴۰)

کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ تم میرے ایسے ہی قائم مقام ہو جیسے ہارون موسیٰ کے تھے مگر یہ کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں؟

آہ وصد آہ! کہ آج ان کے متعلق بلکہ جملہ بنو ہاشم کے متعلق یہ باور کرانے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے کہ ان شیرانِ کربلا کے شیر والد ماجد اور دوسرے سب بنو ہاشم اتنے کمزور (اور) بزدل تھے۔ کہ خاص مدینہ طیبہ کے اندر بنو امیہ و بنو مخزوم کے زبردست قبائل کے ہمراہ وہمنوا ہوتے ہوئے بھی محض کمزوری وجُبن کی وجہ سے چوبیس برس تقیہ کر کے ٹائم پاس کرتے رہے سچ ہے

تمہاری طرح کے ملیں جس کو دوست اسے دشمنوں کی ضرورت ہے کیا

یہ عقلمند لوگ بھی عجیب ہیں کہ جب حضرت علی شیر خدا کی بہادری بیان کرنے لگتے ہیں تو ساری دنیا کے مقابلہ کے لیے اکیلا حضرت حیدر کرار ہی کو کافی سمجھتے ہیں چنانچہ ان کی ایک پنجابی منقبت کے یہ دو شعر

کسے پچھیا (۹) نبیؐ تھیں دَسو پاک پیغمبر کارن لڑن کفر دے کتنا تساں دا ہے لشکر؟

ہس کے بولے نبیؐ کافی حیدر دا دم اے منکر مولا علی دا چاہے مَنّے نہ مَنّے!

اور جب حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومیت اور کمزوری بیان کرتے ہیں تو اس طرح ان کی اور جملہ بنو

ہاشم کی توہین کرتے ہیں کہ اس کے بیان سے زبان لرزاں ہے۔ ایک نمونہ یہی دیکھ لیں کہ اس فاتح خیبر اور قاتل مرحب وعنتر سے تقیہ کرا کر بزدل بنا کر پورے چوبیس برس روباہی بھی کرواتے ہیں قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْن سچ ہے۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

حواشی

(۱) الصواعق المحرقہ ص ۱۱ (۲) الصواعق المحرقہ ۵۴ (۳) ابن کثیر ج ۷ ص ۳ (۴) ابن کثیر ج ۷ ص ۵۰ (۵) الصواعق المحرقہ ص ۵۴ (۶) بلکہ حضرت سعید بن زید کو جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے مگر ان کی بہن عاتکہ حضرت عمر کے گھر تھیں۔ اور حضرت عمر کی بہن حضرت سعید کے گھر تھیں اور یہ آپس میں چچازاد بھائی بھی تھے اس لیے ان کو بھی حضرت عمر نے احتیاطاً شوریٰ کا ممبر نہ بنایا۔ ابن کثیر ج ۷ ص ۱۲۸ (۷) ابن کثیر ج ۷ ص ۱۴۶، صواعق المحرقہ ص ۴۰ (۸) صواعق المحرقہ ص ۱۱، ۵۴

ترجمہ: کسی نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا کہ اے پاک پیغمبر یہ تو فرمایئے کہ کفار سے جہاد کرنے کے لیے آپ کے لشکر کتنے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنس کر فرمایا کہ: کفار سے لڑنے کے لیے ایک حضرت حیدر کا دم ہی کافی ہے۔ لشکروں کی کیا ضرورت ہے مولاعلی کا منکر چاہے مانے یا نہ مانے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت ——• ڈاکٹر محمد عمر فاروق

(1931ء —— 1946ء) جلد اوّل

● قیام پاکستان سے قبل برصغیر میں قادیانیت کے خلاف پہلی عوامی تحریک اور مجلس احرار اسلام کی تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد کی مکمل تاریخ ● قادیان اور متحدہ ہندوستان میں قادیانیت کے تعاقب کی مستند سرگزشت ● قادیانیوں سے مجاہدینِ احرار و ختم نبوت کی معرکہ آرائیوں کے مفصل تذکرے ● حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے خلاف قادیان میں تقریر پر مقدمہ کی مفصل روداد پہلی بار منظر عام پر ● تحریک تحفظ ختم نبوت کے اثرات ونتائج کا غیر جانبدارانہ تجزیہ ● ایک ایسی کتاب جس کے مطالعہ کے بغیر تحریک تحفظ ختم نبوت سے آگاہی ممکن نہیں ہے۔

صفحات: 572 قیمت -/1000 روپے

ملنے کا پتا: بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم ملتان 0300-8020384

عطاء محمد جنجوعہ

طلب قرطاس کی حقیقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زندگی کے آخری ایام میں مرض کی وجہ سے غنودگی طاری ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی ہے کچھ لکھ نہ دوں کہ یاد رہے، کاغذ قلم دوات لاؤ۔ سیدنا عمر بن خطابؓ نے موقع کی مناسبت سے عرض کیا حسبنا کتاب اللہ بعض صحابہ کرام نے سیدنا عمرؓ کی اس بات کی موافقت کی جبکہ بعض اختلاف کرنے لگے اور کہا کہ یہ جدائی یا مریض کی بے ربط گفتگو نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی کچھ لکھنا چاہتے ہیں چنانچہ قلم دوات دینا چاہیے ان کے درمیان بحث مباحثہ ہوا۔ اُتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آتی ہے کاغذ قلم دوات رہنے دو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں سمجھتا ہوں کہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الخَطَّاب، قَالَ هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، قَالَ عُمَرُ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا، فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَاباً لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُولُ مَاقَالَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالاِخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ، قَالَ: قُومُوا عَنِّي.

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت ہوا تو اس وقت گھر میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سمیت لوگ موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قلم کاغذ لاؤ، میں تحریر کردوں، جس کے بعد تم کبھی نہیں بھٹکو گے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیف کا غلبہ ہے اور قرآن تمھارے پاس موجود ہے۔ سو ہمیں اللہ کی کتاب ہی کافی ہے۔ گھر میں موجود لوگوں نے اختلاف کیا اور بحث مباحثہ ہونے لگا، کچھ کہہ رہے تھے کہ (قلم کاغذ) دیں، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تحریر فرمادیں، جس کے بعد آپ کبھی نہیں بھٹکیں گے، جبکہ کچھ لوگ حضرت عمر والی بات کہہ رہے تھے۔ جب اختلاف نے شدت اختیار کرلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔'' (صحیح البخاری:7366، صحیح مسلم:1637)

سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ رو رہے تھے، فرماتے تھے: جمعرات کا دن کتنا پریشان کن تھا!

اِشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ: ائْتُونِی أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِی عِنْدَ نَبِيٍ تَنَازُعٌ، فَقَالُوا: مَاشَأْنُهُ أَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوهُ؟ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ فَقَالَ: دَعُونِی، فَالَّذِی أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُونِی اِلَيْهِ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض موت کی تکلیف شدت اختیار کرگئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے پاس کچھ لاؤ میں تحریر کردیتا ہوں، جس کے بعد کبھی نہیں گمراہ ہوگے، اس بات پر صحابہ اختلاف کرنے لگے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اختلاف ہرگز مناسب نہیں تھا۔ صحابہ کہنے لگے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا معاملہ درپیش ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات شدت تکلیف کی بنا پر تو ہرگز نہیں ہے۔ اس بات کو سمجھتے کیوں نہیں، وہ بار بار کہتے کہ آپ ضرور لکھیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، میں سمجھتا ہوں کہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔'' (صحیح البخاری: 4431، صحیح مسلم: 1637)

شبہ: ہجر کے غیر شائستہ الفاظ سیدنا عمرؓ نے کہے ہیں۔

ازالہ: ''قالوا'' کا مطلب ہے کہ صحابہ کے ایک گروہ کے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لفظ سیدنا عمرؓ کے نہیں ہیں بلکہ دوسرے صحابہ کرام کے ہیں جنھوں نے آپ کی رائے سے اختلاف کیا۔

اس روایت میں لفظ ہجر موجود ہے لغت میں اس کا ترجمہ فراق وجدائی ہے۔ حالت مرض میں قلم دوات طلب کرنا اور کچھ وصیت لکھ دینے کے متعلق ارشاد فرمانا ایسے عمل ہیں جو فراق وجدائی کی اطلاع دیتے ہیں۔ اسی واسطے حاضرین نے کہا پوچھو'' کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان سے تیاری فرمارہے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

بعض محدثین نے ہجرؔ کو ہجر بمعنے مرض سے مشتق مان کر غیر ارادی کلام کے کیے ہیں۔ یعنی شدت مرض میں بے محل کلام کو ہجر کہتے ہیں بخاری کی چھ روایتوں میں ہجر کے اوپر ہمزہ استفہام ہے۔ صرف ایک میں بے ہمزہ ہے۔ لہٰذا صول حدیث کے تحت اس میں بھی ہمزہ مانا جائے گا پس یہ لفظ ہجر اگر مریض کی شدت مرض میں بے رابطہ کلام کے معنی میں بھی ہو تو بھی استفہام انکاری ہے۔ اس لحاظ سے اس کی تشریح اس طرح ہوگی قلم دوات لے آنے کو ترجیح دینے والے صحابہ نے کہا اے روکنے والو! تم قلم دوات لانے سے کیوں روکتے ہو؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں جیسی گفتگو کررہے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جب تم بھی جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجر ناممکن ہے تو پھر قلم دوات لانے میں پس وپیش کیوں کرتے ہو؟

جن صحابہ کرام نے قلم دوات لانے میں پس وپیش کیا اُن کی نیت بھی نیک تھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں تکلیف دینے کے حق میں نہیں تھے۔ اُن میں سیدنا عمر بن خطابؓ بھی شامل تھے جنھوں نے فرمایا حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔

اہل بیت یعنی گھر میں موجود کچھ لوگوں نے حضرت عمر فاروقؓ کی بات کو پسند کیا کہ نبی کریم کو تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ اور جو صحابہ لکھوانے کے حق میں تھے انھوں نے اشتیاق کے سبب بار بار عرض کیا کہ ارشاد ہو تو ہم قلم دوات لے آئیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں آپ جو مجھے کام کہہ رہے ہیں میرے مطابق نہ لکھنا بہتر ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب نے ایک دفعہ حسبنا کتاب اللہ کہا گھر میں تشریف رکھنے والے بعض صحابہ کرامؓ نے تائید بھی کی لیکن کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ کوئی صحابی قلم دوات لینے گیا ہو حضرت عمرؓ نے اُسے روکا ہو۔

واقعہ قرطاس جمعرات کو پیش آیا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کو دنیا سے تشریف لے گئے۔ قابل غور پہلو یہ بھی ہے کہ سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی پیشکش پر کلمہ حق میں لچک گوارا نہ کی تو صحابہ کرامؓ کے منع کرنے

پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرعی حکم کی تعمیل سے رک جائیں؟ یہ معاملہ ناممکن ہے۔ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کا ارادہ اپنے اجتہاد سے ترک کر دیا اور حضرت عمر فاروقؓ کی رائے کو پسند کیا اور قلم دوات لے آنے پر اصرار کرنے والوں کی رائے کو پسند نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ''مجھے چھوڑ دو'' میں اب قلم دوات منگوانے کے حق میں نہیں ہوں۔ معلوم ہوگیا کہ ''قُوْمُوْ اعَنِیّ'' کا خطاب ان بزرگوں سے ہے جو قلم دوات لانے کے حق میں تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بعض مواقع پر سیدنا عمر فاروق کی رائے کو ترجیح دی۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ سلم مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اچانک اُٹھ کر چلے گئے۔ کافی دیر ہوگئی تو صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ادھر اُدھر گئے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ نے آپ کو ڈھونڈ لیا آپ ایک باغ میں تشریف فرما تھے جب سیدنا ابو ہریرہ نے ماجرا بیان کیا تو آپ نے اُن کو اپنا جوتا دیا فرمایا: جاؤ ''جو بندہ راستے میں ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ سیدنا ابو ہریرہ نکلے سب سے پہلے سیدنا عمر فاروقؓ سے ملاقات ہوئی انھیں جنت کی خوشخبری سنائی تو انھوں نے سیدنا ابو ہریرہؓ کے سینے پر زور سے ہاتھ مارا وہ زمین پر گر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگے سیدنا عمر بن خطابؓ بھی اُن کے پیچھے ہوئے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور آپ سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطاب سے پوچھا۔

يَاعُمَرُ، مَاحَمَلَکَ عَلٰی مَافَعَلْتَ؟ قَالَ؛ يَارَسُولَ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَهَ بِنَعْلَيکَ، مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ فَاِنِّي أَخْشٰى أَنْ يَّتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا، فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُونَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَخَلِّهِمْ.

عمر ایسا کیوں کیا؟ آقا میرے ماں باپ آپ پہ قربان، کیا آپ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ جو کلمہ گو ملے اسے جنت کی خوش خبری دے دو۔؟ فرمایا جی ہاں! تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ آقا ایسا نہ کیجئے، مجھے ڈر ہے کہ لوگ اسی پر تکیہ کر لیں گے، انہیں عمل کرنے دیجئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی درست ہے۔'' (صحیح مسلم:31)

سیدنا عمرؓ نے ابو ہریرہ کے سینہ پر زور سے ہاتھ بھی مارا ہے۔ مگر جب اپنا موقف سامنے دکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ نے حضرت عمر کی رائے کی تائید فرمائی۔ اب حدیث قرطاس میں دیکھیے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل ہو چکی تھی، آیت: (اَلْيَوْمَ اكمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُم) آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا، نازل ہو چکی تھی۔ حدیث قرطاس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے کا ارادہ ظاہر کر کے صحابہ کا امتحان لیا حضرت عمر فاروقؓ نے سب صحابہ کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ مخبر صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی موافقت کی۔

کتاب اللہ کے کافی ہونے سے حدیث کے انکار پر دلیل نہیں بنائی جا سکتی:

حسبنا کتاب الله (ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے) کا ہرگز مطلب نہیں کہ حدیث کی ضرورت نہیں ورنہ کیا قرآنی آیت حسبنا الله (ہمیں اللہ کافی ہے) کا یہ مطلب ہونا چاہیے کہ رسول کی ضرورت نہیں۔

طلبِ قرطاس کس تحریر کے لکھنے کے لیے تھا:

فریق ثانی کا یہ دعویٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جناب سیدنا علیؓ کی خلافت سے متعلق وصیت لکھنا چاہتے تھے

کہ صحابہ کرام مانع ہوئے حقائق کی دنیا میں قطعاً درست نہیں۔ قابل غور پہلو ہے کہ اگر صحابہ کرام خلافتِ علی لکھنے سے مانع ہوئے تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرنے سے تو نہیں روکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے قبل تین وصیتیں فرمائی تھیں کسی وصیت میں ذکر نہیں فرمایا اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ نے خلافت کا مطالبہ کیا۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

''سیدنا علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے واپس آئے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض موت کا واقعہ ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا ابوالحسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی طبیعت کیسی ہے؟ کہا الحمداللہ! کافی بہتر ہے پھر سیدنا عباس بن مطلبؓ نے سیدنا علیؓ کا ہاتھ تھام کر فرمایا: اللہ کی قسم! تین دن بعد آپ محکوم ہو جائیں گے۔ اللہ کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض سے جاں بر نہیں ہو سکیں گے۔ مجھے آثار نظر آ گئے، بوقت وفات بنو عبدالمطلب کے چہروں کی مجھے خوب شناخت ہے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر خلافت کے متعلق پوچھ لیتے ہیں اگر ہم اس کے مستحق ہیں تو معلوم ہو جائے گا، اگر کوئی دوسرا ہے تو بھی پتہ چل جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس کی وصیت فرما دیں گے سیدنا علیؓ نے کہا اللہ کی قسم! اگر ہم نے اس وقت آپ سے مطالبہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا تو لوگ ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے میں تو یہ مطالبہ نہیں کروں گا۔ (صحیح بخاری 4447)

سیدنا علی المرتضیٰ نے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ کے مشورہ کے باوجود خلافت کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس وضاحت کے باوجود اگر مخالفین اصرار کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی المرتضیٰؓ کی خلافت سے متعلق لکھنا چاہتے تھے، تو یہ دعوی تاریخی حقائق کی روشنی میں غلط ثابت ہوگا۔ بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جناب سیدنا ابوبکرؓ کی خلافت کے بارے لکھنا چاہتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر ارادہ ملتوی کر دیا کہ اللہ تعالی بھی اور مومنین بھی ابوبکر کے علاوہ انکار کر دیں گے۔ سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض دعوت میں مجھ سے فرمایا:

لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْأَرَدْتُ أن أُرْسِلَ اِلٰى أَبِى بَكْرٍ وَابْنِهٖ فَأَعْهَدَ، أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْيَتَمَنّٰى الْمُتَمَنُّونَ، ثُمَّ قُلْتُ: يَأْبَى اللّٰهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ، أَوْ يَدْفَعُ اللّٰهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ إلا أبا بكر.

''ارادہ تھا کہ میں ابوبکر اور ان کے بیٹے کی طرف پیغام بھیج دوں اور انھیں (ابوبکر کو) خلیفہ نامزد کر دوں کہ باتیں کرنے والے باتیں کریں گے یا خواہش کرنے والے خواہش کریں گے۔ پھر میں نے کہا: اللہ اور مومن ابوبکر کے علاوہ کسی کی خلافت نہیں مانیں گے۔ (صحیح بخاری: 7217، صحیح مسلم: 2387)

مذکورہ بالا حدیث سے واقعہ قرطاس کا پس منظر نہایت خوش اسلوبی سے واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا ہی ہوا۔ صحابہ کرام نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةٌ، فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ اِلَيْهِ قَالَتْ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْكَ كَأَنَّهَا تُرِيدُ الْمَوْتَ، قَالَ: اِنْ لَمْ تَجِدِينِى، فَأْتِى أَبَابَكْرٍ.

''ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ سے کسی معاملے میں بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ اشارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف تھا۔ فرمایا: ابوبکر کے پاس آ جانا۔''

(صحیح البخاری: 7220، صحیح مسلم: 2386)

یہ واقعہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کے ایام میں پیش آیا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو ابوبکرؓ صدیق کے پاس پہنچنے کے متعلق ارشاد فرمایا۔ اس نے نیابت وقائم ومقامی کے مسئلہ کو واضح کر دیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں:

لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي قَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ: فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبَابَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَاقَرَأَ الْقُرْآنَ لايَمْلِكُ دَمْعَهُ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَابِي إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَن يَتَشَاءَ مَ النَّاسُ بِأَوَّلِ مَنْ يَقُومُ فِي مَقَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: فَرَاجَعْتُهُ مَرَّتَيْنِ أَوْثَلاثًا، فَقَالَ: لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف لائے تو فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ابوبکر رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں، قرآن پڑھتے ہیں تو آنسوؤں پر کنٹرول نہیں رہتا۔ کسی اور کو حکم دے دیں، تو اچھا ہو۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر سب سے پہلے کھڑے ہونے والے کے بارے میں بدشگونی کریں، میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دو تین بار تکرار کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں، تم خواتین تو صواحب یوسف علیہ السلام جیسی ہو۔'' (صحیح البخاری: 679، صحیح مسلم: 418)

مرض الوفات کے ایام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اپنے مصلیٰ پر سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا امامت صلاۃ کے لیے تقرر حقانیتِ خلیفۂ الرسول کا قوی ثبوت ہے۔ انھی ایام بیماری میں بعض روایات سے ایک تحریر لکھنے کے ارادے کا ذکر موجود ہے اس ''عمل نیابت'' کے بعد جس کا ارادہ ملتوی فرما دیا ہے۔ چنانچہ واقعہ قرطاس دراصل خلافت ابوبکرؓ سے متعلق تحریر لکھنے کا ارادہ تھا۔ جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم الٰہی کے تحت خود ہی ملتوی کر دیا۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ مخبر صادق سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی ''اللہ اور مومن ابوبکر کے علاوہ کسی کی خلافت نہیں مانیں گے'' حرف بحرف پوری ہوئی۔ مہاجرین وانصار کا امامت صلاۃ کی بنیاد پر خلیفۃ الرسول کے لیے اجتہادی فیصلہ اللہ کے تکوینی انتخاب کے مطابق سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے حق میں تھا۔

ماخذ ومراجع:

مقالہ افضلیت صدیق اکبرؓ، از مولانا محمد نافع، قصہ قرطاس کا مختصر فیصلہ، از حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی، تحقیق حدیث قلم دوات، از مولانا سید احمد شاہ چوکیروی، مقالۃ السنۃ، از علامہ غلام مصطفٰے ظہیر امان پوری، خلفاء راشدین، مرتبہ پروفیسر علامہ خالد محمود رحمہم اللہ۔

غلام مصطفیٰ (آخری قسط)

فدک کی حقیقت

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرض الوفات میں سیدہ اسماءؓ بنت عمیس زوجہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کی خدمات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد سیدہ اسماء بنت عمیس زوجہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے حبالہ عقد میں تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو انھی سیدہ اسمانے بی بی صاحبہ کے مرض الموت میں اُن کی تیمار داری بھی کی اور اُن کی بیماری کی ہر خدمت میں حاضر رہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ وہ اپنے شوہرِ نام دار سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اجازت اور رضا سے ہی کر سکتی تھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت سیدہ اسماء نے ایک با پردہ چار پائی تیار کی جو بی بی صاحبہ کو بہت پسند آئی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد اسی با پردہ چار پائی پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنھا کو رات کے وقت دفن کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 18)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیۂ محترمہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا انتقال کے قریب کے زمانے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرنا دونوں خاندانوں کے رشتۂ محبت کی دلیل ہے اور یہ کہنا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اُن کے خاندان سے ناراض تھیں بالکل غلط اور دُور از حقیقت ہے۔

واضح ہو کہ سیدہ اسماء کا مرض الموت میں سیدہ فاطمۃ الزہراء کی خدمت کرنا پھر اُن کے انتقال کے بعد اُن کو غسل دینا نہ صرف اہل سُنت علماء کی کتابوں میں مندرج ہے بلکہ شیعہ علماء کے ہاں بھی یہ حقیقت مسلّم ہے۔ بطورِ مثال درج ذیل حوالے قابلِ غور ہیں: جلاء العیون صفحہ نمبر 175,172 ملاّ باقر مجلسی، امالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن طوسی صفحہ نمبر 107، کشف الغمہ جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 129۔

سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ علیہا الصلوات والتسلیمات کی نماز جنازہ:

بعض کہنے والے کہتے ہیں کہ باغِ فدک کے مسئلہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئی تھیں لہٰذا جب سیدہ فاطمہ کا انتقال ہوا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر کو اطلاع دیئے بغیر سیدہ فاطمہ کو رات کی تاریکی میں دفن کر دیا۔

یہ بات عقلاً اور نقلاً غلط ہے، عقلی طور پر اوّلاً تو اس لیے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت سیدابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنھا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اجازت اور اُن کے کہنے پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اور تیمار داری کرتی رہیں۔ پھر ثانیاً یہ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے

اپنے غسل کی بھی اُنھی کو وصیت کی، اگر وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوتیں تو ان کی بیوی سے اپنی خدمت کیوں کرواتیں اور غسل کی بھی کیوں وصیت کرتیں؟ نقلی طور پر اس لیے کہ کتابوں میں واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کہنے پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھایا تھا۔ روایت ملاحظہ فرمائیں:

چنانچہ لکھا ہے کہ **عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ لِيُصَلُّوْا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ تَقَدَّمْ، فَقَالَ مَاكُنْتُ لأَتَقَدَّمَ وَاَنْتَ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ اَبُوْبَكْرٍؓ وَصَلّٰى عَلَيْهَا.**

ترجمہ: سیدنا امام جعفر صادق اپنے والدِ ماجد سیدنا محمد الباقر سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما دونوں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے آئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھایئے۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں، میں آپ کی موجودگی میں آگے نہیں ہوسکتا۔ پس سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (کنز العمال روایت 5299)

اسی کتاب میں باب فضائل فاطمہ رضی اللہ عنہا میں اسی مضمون کی ایک اور روایت ان الفاظ سے آئی ہے:

جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا انتقال فرماگئی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُن کو رات کے اندھیرے میں دفن کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کیا۔ (کنز العمال جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 114)

اسی طرح کی روایت ابن سعد نے طبقات میں بیان فرمائی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں (**صلّٰی ابوبکرؓ الصدیق علیٰ فاطمہؓ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فکبر اربعاً**)

ترجمہ: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھائی اور اُس پر چار تکبیریں پڑھیں۔ (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 29)

اس بارے میں کئی اور روایات بھی کتابوں میں درج ہیں ملاحظہ ہوں: السنن الکبریٰ کتاب الجنائز، حلیۃ الاولیاء جلد نمبر 4 صفحہ 96 تذکرہ میمون بن مہران، ریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ المبشرہ جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 156۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ:

بعض حضرات اس بارے میں ایک شبہ پیش کرتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت دفن کیا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہ دی اور خود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس شبہے کا آسان اور سیدھا جواب یہ ہے کہ اس مضمون کی جس قدر بھی

روایات ہیں، ان سب کی سند میں محمد بن مُسلم المعرف ''ابن شہاب زہری'' شیعہ راوی ہیں، لہٰذا اُن سب روایات میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا نماز جنازہ میں شامل نہ ہونا یا نماز جنازہ نہ پڑھنا ابن شہاب زہری شیعہ کا تفرد اور ادراج ہے، جو کہ قابل قبول نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ شہاب زہری نے اس بات سے اندازہ لگا کر کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات میں دفن کیا گیا تھا، یہ سمجھ لیا کہ اس وجہ سے شاید سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع نہ دی گئی ہو۔ یہ اُن کا اپنا قیاس معلوم ہے جو کہ غلط ہے۔ اس قیاس کی غلطی اس بات سے بھی واضح ہے کہ کہ جب سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اُن کی تیمارداری میں مصروف تھیں، وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنھا کی بیماری کی پل پل کی خبر خلیفۃ الرسول کو دیتی ہوں گی۔ کیا اُنہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنھا کے انتقال کی خبر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ دی ہوگی؟

لہٰذا یہ کہنا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی خبر سیدنا ابوبکر صدیق کو نہ دی گئی۔ خلاف عقل بھی ہے اور خلاف نقل بھی۔ اور وہ روایات جن میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع نہ دینے کا ذکر ہے ابن شہاب زہری متشیع کا ادراج ہے جیسا کہ معلوم ہی ہے کہ ابن شہاب زہری کی عادت ہے کہ روایات میں اکثر ادراج کر دیتے ہیں۔ جیسے معاملہ فدک میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنھا کا سیدنا ابوبکر صدیق سے کلام نہ کرنا وغیرہ بھی ابن شہاب زہری کا ادراج اور تفرد ہے۔ وگرنہ حقیقت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی نے پڑھائی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُن کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کیا تھا۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں دلائل سے ذکر کیا گیا ہے۔

مشاہداتِ قادیان

مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ

● قادیان میں مجلس احرار اسلام کی اوّلین صدائے حق ● دفتر کا قیام ● تاریخی احرار تبلیغ کانفرنس کا انعقاد ● قادیانیوں کے ساتھ مناظرے اور مقابلے ● قادیان کے مسلمانوں میں جرأت و استقامت کی روح پھونکنے کے ایمان پرور تذکرے ● کفرستانِ قادیان میں احرار کے پہلے مبلّغ مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ کے قلم سے قادیان میں تحفظ ختم نبوت کی تاریخ ساز جدوجہد ● تحریک تحفظ ختم نبوت کی نوسالہ مقدس جدوجہد کے عینی شاہد اور میدانِ عمل میں دادِ شجاعت دینے والے عظیم مجاہد کی زبانی۔

صفحات: 400 قیمت -/600 روپے

ملنے کا پتا: بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم ملتان 0300-8020384

مولانا ابوجندل قاسمی (مظفر نگر، ہندوستان)

ماہِ رمضان المبارک تقویٰ کے حصول کا بہترین ذریعہ

رمضان المبارک کا مہینہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے، اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوار وبرکات کا سیلاب آتا ہے اور اس کی رحمتیں موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہیں، مگر ہم لوگ اس مبارک مہینے کی قدر ومنزلت سے واقف نہیں، کیونکہ ہماری ساری فکر اور جدوجہد مادّیت اور دنیاوی کاروبار کے لیے ہے، اس مبارک مہینے کی قدر دانی وہ لوگ کرتے ہیں جن کی فکر آخرت کے لیے اور جن کا محور مابعد الموت ہو۔ آپ حضرات نے یہ حدیث شریف سنی ہوگی، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رجب کا مہینہ آتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وبَلِّغْنَا رَمَضَانَ، (شعب الایمان ۳/ ۳۷۵، تخصیص شھر رجب بالذکر) ترجمہ: اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجیے، یعنی ہماری عمر اتنی دراز کر دیجیے کہ ہمیں رمضان کا مہینہ نصیب ہو جائے۔

آپ غور فرمائیں کہ رمضان المبارک آنے سے دو ماہ پہلے ہی رمضان کا انتظار اور اشتیاق ہو رہا ہے، اور اس کے حاصل ہونے کی دعا کی جارہی ہے، یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں رمضان کی صحیح قدر وقیمت ہو۔

رمضان کے معنی:

''رمضان'' عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں ''جھلسا دینے والا'' اس مہینے کا یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ اسلام میں جب سب سے پہلے یہ مہینہ آیا تو سخت اور جھلسا دینے والی گرمی میں آیا تھا۔ لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ اس مہینے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی خاص رحمت سے روزے دار بندوں کے گناہوں کو جھلسا دیتے ہیں اور معاف فرما دیتے ہیں، اس لیے اس مہینے کو ''رمضان'' کہتے ہیں۔ (شرح ابی داؤد للعینی ۵/۲۷۳)

رمضان رحمت کا خاص مہینہ:

اللہ تعالیٰ نے یہ مبارک مہینہ اس لیے عطا فرمایا کہ گیارہ مہینے انسان دنیا کے دھندوں میں منہمک رہتا ہے جس کی وجہ سے دلوں میں غفلت پیدا ہو جاتی ہے، روحانیت اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں کمی واقع ہو جاتی ہے، تو رمضان المبارک میں آدمی اللہ کی عبادت کر کے اس کمی کو دور کر سکتا ہے، دلوں کی غفلت اور زنگ کو ختم کر سکتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو جائے، جس طرح کسی مشین کو کچھ عرصہ استعمال کرنے کے بعد اس کی سروس اور صفائی کرانی پڑتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی صفائی اور سروس کے لیے یہ مبارک مہینہ مقرر فرمایا۔

روزے کا مقصد:

روزے کی ریاضت کا بھی خاص مقصد اور موضوع یہی ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی حیوانیت اور بہیمیت کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور ایمانی و روحانی تقاضوں کی تابعداری و فرماں برداری کا خوگر بنایا جائے اور اللہ کے احکام کے مقابلے میں نفس کی خواہشات اور پیٹ اور شہوتوں کے تقاضوں کو دبانے کی عادت ڈالی جائے اور چوں کہ یہ چیز نبوت اور شریعت کے خاص مقاصد میں سے ہے اس لیے پہلی تمام شریعتوں میں بھی روزے کا حکم رہا ہے، اگرچہ روزوں کی مدت اور بعض دوسرے تفصیلی احکام میں ان امتوں کے خاص حالات اور ضروریات کے لحاظ سے کچھ فرق بھی تھا۔

قرآنِ کریم میں اس امت کو روزے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۔(سورۃ البقرہ آیت ۱۸۳) ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیے گئے تھے (روزوں کا یہ حکم تم کو اس لیے دیا گیا ہے) تا کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

کیوں کہ یہ بات یقینی ہے کہ نفس انسانی انسان کو گناہ، نافرمانی اور حیوانی تقاضوں میں اسی وقت مبتلا کرتا ہے جب کہ وہ سیر اور چھکا ہوا ہو، اس کے برخلاف اگر بھوکا ہو تو وہ مضمحل پڑا رہتا ہے اور پھر اس کو معصیت کی نہیں سوجھتی، روزے کا مقصد یہی ہے کہ نفس کو بھوکا رکھ کر مادّی و شہوانی تقاضوں کو بروئے کار لانے سے اس کو روکا جائے تا کہ گناہ پر اقدام کرنے کا داعیہ اور جذبہ سُست پڑ جائے اور یہی ''تقویٰ'' ہے۔

اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ عالم بالا کی پاکیزہ مخلوق (فرشتے) نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ بیوی رکھتے ہیں، جبکہ روزہ (صبح صادق سے غروب آفتاب تک) انہی تین چیزوں (کھانا، پینا اور جماع) سے رکنے کا نام ہے، تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو روزے کا حکم دے کر ارشاد فرمایا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تم ان تینوں چیزوں سے پرہیز کر کے ہماری پاکیزہ مخلوق کی مشابہت اختیار کرو گے تو ہماری اس پاکیزہ مخلوق کی پاکیزہ صفت بھی تمہارے اندر پیدا ہو جائے گی اور وہ صفت ہے: لَایَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ۔(سورۂ تحریم) ترجمہ: وہ (فرشتے) خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو فوراً بجالاتے ہیں۔ (بیان القرآن) اور اسی کا حاصل ''تقویٰ'' ہے۔

تقریباً اسی بات کو اس حدیث شریف میں بھی فرمایا گیا ہے جو ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لِکُلِّ شَیْءٍ زَکوٰۃٌ وَزَکوٰۃُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ ۔(ابن ماجہ ص ۱۲۵) ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ہے اور بدن کی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ''روزہ'' ہے۔

بہر حال روزے کا مقصد تقویٰ ہے، اسی تقویٰ کے حصول کے لیے اس آخری امت پر سال میں ایک مہینے کے روزے فرض کیے گئے اور روزے کا وقت طلوعِ صبح صادق سے غروب آفتاب تک رکھا گیا اور یہ زمانہ اس دور کے عام انسانوں کے حالات کے لحاظ سے ریاضت و تربیت کے مقصد کے لیے بالکل مناسب اور نہایت معتدل مدت اور وقت ہے۔ پھر اس کے لیے مہینہ وہ مقرر کیا گیا جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا اور جس میں بے حساب برکتوں اور

رحمتوں والی رات (شبِ قدر) ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہی مبارک مہینہ اس کے لیے سب سے زیادہ مناسب اور موزوں زمانہ ہوسکتا تھا۔

اسی کے ساتھ ساتھ اس مہینے میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں بھی ایک خاص عبادت کا عمومی اور اجتماعی نظام قائم کیا گیا جس کو ''تراویح'' کہا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس مبارک مہینے کی نورانیت اور تاثیر میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور ان دونوں عبادتوں کے احادیث شریفہ میں بہت زیادہ فضائل ارشاد فرمائے گئے ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمضَانَ اِیْمَانًا وَّ احتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. (صحیح بخاری ۱/۲۷۰، صحیح مسلم ۱/۲۵۹) ترجمہ: جو شخص ماہِ رمضان کے روزے رکھے بحالت ایمان اور بامید ثواب تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور جو شخص ماہِ رمضان میں کھڑا ہو یعنی نوافل (تراویح و تہجد وغیرہ) پڑھے بحالت ایمان اور بامید ثواب اس کے بھی گذشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

تقویٰ کے حصول میں معاون چیزیں:

لیکن صرف روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کی حد تک بات ختم نہیں ہوتی بلکہ اس ماہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ غفلت کے پردوں کو دل سے دور کیا جائے، اصل مقصدِ تخلیق کی طرف رجوع کیا جائے، گزشتہ گیارہ مہینوں میں جو گناہ ہوئے ان کو معاف کرا کر آئندہ گیارہ مہینوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے استحضار اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کے ساتھ گناہ نہ کرنے کا داعیہ اور جذبہ دل میں پیدا کیا جائے، جس کو ''تقویٰ'' کہا جاتا ہے، اس طرح رمضان المبارک کی صحیح روح اور اس کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، ورنہ یہ ہوگا کہ رمضان المبارک آئے گا اور چلا جائے گا اور اس سے صحیح طور پر ہم فائدہ نہیں اٹھا پائیں گے، بلکہ جس طرح ہم پہلے خالی تھے ویسے ہی خالی رہ جائیں گے، اس لیے چند ایسی چیزوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جن پر عمل کر کے ہمیں روزے کا مقصد (تقویٰ) اور رمضان المبارک کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) عبادت کی مقدار میں اضافہ:

رمضان المبارک کی برکتوں کو حاصل کرنے کے لیے اپنی عبادت کی مقدار میں اضافہ کرنا ہے، دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی ان کو اس مبارک ماہ میں پڑھنے کی کوشش کریں، مثلاً: مغرب کے بعد سنتوں سے الگ یا کم از کم سنتوں کے ساتھ چھ (۶) رکعت اوّابین پڑھیں۔ (جب کہ ہمارا حال یہ ہے کہ اوّابین افطار کی نذر ہو جاتی ہیں) عشاء کی نماز سے چند منٹ پہلے آ کر چار رکعت یا دو رکعت نفل پڑھیں۔ سحری کھانے کے لیے اٹھنا ہی ہے تو چند منٹ پہلے اٹھ کر کم از کم چار رکعت تہجد پڑھ لیں۔ اسی طرح اشراق کی نماز اور اگر اشراق کے وقت نیند کا غلبہ ہو تو چاشت کی چند رکعتیں تو پڑھ ہی لیں۔ ظہر کے بعد دو سنتوں کے ساتھ دو رکعت نفل اور عصر سے

پہلے چار رکعت نفل پڑھ لیں۔ کیوں کہ نماز کا خاصہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا رشتہ جوڑتی ہے اور اس کے ساتھ تعلق قائم کراتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی حدیث شریف میں ہے: اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ (مسلم شریف حدیث ۱۱۱۱، باب مایقال فی الرکوع والسجود) یعنی بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، تو گویا نماز کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک عظیم تحفہ عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، آمین!

(۲) تلاوتِ قرآنِ کریم کی کثرت:

دوسرا کام یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کا خاص اہتمام کرنا ہے، کیوں کہ رمضان المبارک کے مہینے کو قرآن کریم کے ساتھ خاص مناسبت اور تعلق ہے، اسی مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا، ارشادِ مبارک ہے: شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ، (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۵) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف ۱/۳، حدیث ۶) تمام بزرگانِ دین کی زندگیوں میں یوں تو قرآنِ کریم میں اشتغال بہت زیادہ نظر آتا ہے، لیکن رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی تلاوت کے معمول میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا، چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس مبارک مہینے میں ایک قرآنِ کریم دن میں، ایک رات میں اور ایک تراویح میں، اس طرح اکسٹھ (۶۱) قرآن کریم ختم فرماتے تھے۔ ماضی کے ہمارے تمام اکابر (حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا یحییٰ کاندھلوی، مولانا محمد الیاس کاندھلوی، شاہ عبدالقادر رائپوری، شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنی، فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی، مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی، مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی، فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی وغیرہم) کا رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن کریم کا معمول دیدنی ہوتا تھا۔ لہٰذا ہم کو بھی اس مبارک ماہ میں عام دنوں کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار زیادہ کرنی ہے، عام آدمی کو بھی روزانہ کم از کم تین پارے پڑھنے چاہئیں، تاکہ پورے مہینے میں کم از کم تین قرآنِ کریم ختم ہوجائیں۔

(۳) تراویح میں قرآنِ کریم صحیح پڑھنے اور سننے کا اہتمام:

اس مبارک مہینے میں ہر مؤمن کو اس بات کی بھی فکر کرنی ضروری ہے کہ تراویح میں قرآنِ مجید صحیح اور صاف صاف پڑھا جائے، جلدی جلدی اور حروف کو کاٹ کاٹ کر پڑھنے سے پرہیز کیا جائے، کیوں کہ اس طرح قرآنِ کریم پڑھنا اللہ کے کلام کی عظمت کے خلاف ہے، نیز پڑھنے والے کو خود قرآنِ کریم بددعا دیتا ہے۔ (احیاء العلوم عن انس ۱/۲۷۴، فی ذمّ تلاوۃ الغافلین) اس طرح قرآن کریم پڑھنے والا اور سننے والے سب گنہگار ہوتے ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ حافظ صاحب نہایت تیز گامی کے ساتھ حروف کو کاٹ کاٹ کر پڑھتے چلے جارہے ہیں، ایک سانس میں سورۂ

فاتحہ کو ختم کر دیا جاتا ہے، صحیح طریقے سے رکوع، سجدہ اور تشہد ادا نہیں ہو رہا ہے، چالیس پینتالیس منٹ میں پوری نماز ختم، اب گھنٹوں مجلسوں میں بیٹھ کر گپ شپ ہو رہا ہے اور حافظ صاحب وسامعین میں سے کسی کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم نے قرآنِ کریم کی توہین میں کتنا حصہ لیا اور رمضان کی مبارک ساعتوں میں کتنی بے برکتی اور قرآن کریم کی کتنی بددعالی۔ خدارا اس صورتِ حال سے بچئے اور اس مبارک مہینے میں برکتوں اور رحمتوں کے دروازے کو اپنے اوپر بند نہ کیجیے اور صاف صحیح قرآن کریم پڑھنے اور سننے کا اہتمام کر کے دارین کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔

(۴) استغفار کی کثرت:

چوتھا کام یہ کرنا ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنی ہے، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی پہلی، دوسری اور تیسری سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے ''آمین'' فرمایا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام میرے سامنے آئے تھے اور جب میں نے منبر کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو انھوں نے کہا: ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا آمین، الیٰ آخر الحدیث (مستدرک حاکم ۴/ ۱۷۰، کتاب البر والصلۃ، الترغیب والترہیب ۲/ ۵۶)

ظاہر ہے کہ اس شخص کی ہلاکت میں کیا شبہ ہے جس کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام بددعا کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہیں، اس لیے اس مبارک مہینے میں نہایت کثرت کے ساتھ گڑگڑا کر اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرے۔

(۵) دعا کا اہتمام:

رمضان المبارک کی برکات کو حاصل کرنے کے لیے دعاؤں کا اہتمام بھی لازم ہے، بہت سی روایات میں روزے دار کی دعا کے قبول ہونے کی بشارت دی گئی ہے، حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثَـلٰثَةٌ لاَ تُـرَدُّ دَعْـوَتُهُـمُ اَلصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ، الحدیث ۔(ترمذی شریف ۲/ ۲۰۰، حدیث ۳۵۹۸، مسند احمد حدیث ۹۷۴۳) ترجمہ: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی (ضرور قبول ہوتی ہے) ایک روزے دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم کی بددعاء، اس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔

بہر حال یہ مانگنے کا مہینہ ہے، اس لیے جتنا ہو سکے دعا کا اہتمام کیا جائے، اپنے لیے، اپنے اعزہ واحباب اور رشتے داروں کے لیے، اپنے متعلقین کے لیے، ملک وملت کے لیے اور عالم اسلام کے لیے خوب دعائیں مانگنی چاہئیں، اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۶)　صدقات کی کثرت:

رمضان المبارک میں نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کرنی چاہیے، حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا دریا پورے سال ہی موجزن رہتا تھا، لیکن ماہِ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت ایسی ہوتی تھی جیسے جھونکے مارتی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں (بخاری شریف ۱/۳) جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اس کو ضرور نوازتے۔ لہٰذا ہم کو بھی اس بابرکت مہینے میں اس سنت پر عمل کرتے ہوئے صدقات کی کثرت کرنی چاہیے۔

(۷)　کھانے کی مقدار میں کمی:

ساتویں چیز جس کا لحاظ رمضان المبارک کے مقصد کو حاصل کرنے میں معاون ہے ''کھانے کی مقدار میں کمی کرنا'' ہے، کیوں کہ روزے کا مقصد قوتِ شہوانیہ وبہیمیہ کا کم کرنا اور قوتِ ملکیہ ونورانیہ کا بڑھانا ہے۔ جبکہ زیادہ کھانے سے یہ غرض فوت ہوجاتی ہے۔ بقول شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ افطار کے وقت تلافی مافات میں (کہ پورے دن بھوکا رہا) اور سحر کے وقت حفظ ماتقدم میں (کہ پورے دن بھوکا رہنا ہے) اتنی زیادہ مقدار میں کھالیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے بھی اتنی مقدار کھانے کی نوبت نہیں آتی۔ جس کی وجہ سے کھٹی ڈکاریں آنے لگتی ہیں۔ حقیقتاً ہم لوگ صرف کھانے کے اوقات بدلتے ہیں یعنی افطار میں، تراویح کے بعد اور پھر سحری میں، اس کے علاوہ کچھ بھی کمی نہیں کرتے۔ بلکہ مختلف قسم کی زیادتی ہی ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے قوتِ شہوانیہ وبہیمیہ کم ہونے کے بجائے اور بڑھ جاتی ہے اور مقصد کے خلاف ہوجاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَا مَلَأ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ۔ (ترمذی شریف ۲/۶۰) یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی برتن کا بھرنا اتنا ناپسند نہیں جتنا پیٹ کا بھرنا ناپسند ہے، ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہے، اگر زیادہ ہی کھانا ہے تو ایک تہائی پیٹ کھانے کے لیے رکھے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے رکھے۔ البتہ اتنا کم نہ کھائے کہ عبادات کے انجام دینے میں اور دوسرے دینی کاموں میں خلل واقع ہو۔

(۸)　گناہوں سے پرہیز:

رمضان المبارک میں خاص طور پر گناہوں سے پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے، ہر مؤمن کو یہ طے کرلینا چاہیے کہ اس برکت ورحمت اور مغفرت کے مہینے میں آنکھ، کان اور زبان غلط استعمال نہیں ہوگی، جھوٹ، غیبت، چغل خوری اور فضول باتوں سے مکمل پرہیز کرے، یہ کیا روزہ ہوا کہ روزہ رکھ کر ٹیلی ویژن کھول کر بیٹھ گئے اور فحش وگندی فلموں سے وقت گزاری ہورہی ہے، کھانا، پینا اور جماع جو حلال تھیں ان سے تو اجتناب کرلیا لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر کسی کی غیبت ہورہی ہے، چغل خوری ہورہی ہے، جھوٹے لطیفے بیان ہورہے ہیں، اس طرح روزے کی برکات جاتی رہتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ

وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ ۔ (صحیح بخاری ۱/ ۲۵۵) ترجمہ: جوآدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کام اور باطل کلام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔یعنی روزے کے مقبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ معصیات ومنکرات سے بھی زبان ودہن اور دوسرے اعضاء کی حفاظت کرے، اگر کوئی شخص روزہ رکھے اور گناہ کی باتیں اور گناہ والے اعمال کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی پروا نہیں۔(معارف الحدیث)

ایک اور حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهْرُ ۔(سنن ابن ماجہ حدیث ۱۶۹۰۔سنن نسائی حدیث ۳۳۳۳) ترجمہ: بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزے کے ثمرات میں سے بھوکا رہنے کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر گناہوں (غیبت وریاوغیرہ) سے نہ بچے تو روزہ، تراویح اور تہجد وغیرہ سب بیکار ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مَالَمْ يَخْرِقْهَا ۔(نسائی شریف حدیث ۲۲۳۳، مسند احمد حدیث ۱۶۹۰) ترجمہ: روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔یعنی روزہ آدمی کے لیے شیطان سے، جہنم سے اور اللہ کے عذاب سے حفاظت کا ذریعہ ہے، جب تک گناہوں (جھوٹ وغیبت وغیرہ) کا ارتکاب کرکے روزے کو خراب نہ کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ایک حدیث شریف میں ہے کہ اگر روزے دار سے کوئی شخص بدکلامی اور جھگڑا وغیرہ کرنے کی کوشش کرے تو روزے دار کہہ دے کہ میرا روزہ ہے۔یعنی میں ایسی لغویات میں پڑ کر روزے کی برکات سے محروم ہونا نہیں چاہتا۔(صحیح بخاری ۱/۲۵۴، حدیث ۱۸۹۴، صحیح مسلم حدیث ۱۱۵۱)

ان تمام احادیث شریفہ کا مدعا یہ ہے کہ روزے کے مقصد (تقویٰ) اور رمضان المبارک کی برکتوں اور رحمتوں کے حصول کے لیے معصیات ومنکرات سے پرہیز نہایت ضروری ہے، اس کے بغیر تقوے کی سعادت سے متمتع نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، رمضان المبارک کی قدر دانی کی توفیق بخشے اور اس بابرکت مہینے کے اوقات کو صحیح طور پر خرچ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین!

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

زکوٰۃ کے مسائل

زکوٰۃ کن چیزوں پر فرض ہے؟

سوال: کن کن چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے؟

جواب: مندرجہ ذیل چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے۔

(۱) سونا جب ساڑھے سات تولہ (87.479 گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔

(۲) چاندی جب ساڑھے باون تولہ (612.35 گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔

(۳) نقد روپیہ اور مال تجارت، بشرطیکہ مال تجارت کی قیمت چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی) کے برابر ہو۔

مال تجارت سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو خریدتے وقت آگے بیچ کر نفع کمانے کا ارادہ ہو اور اب تک بیچنے کی نیت بھی برقرار ہو، لہٰذا مکان، پلاٹ یا دیگر سامان جو بیچنے کے لیے خریدے گئے ہوں اور اب بھی یہی ارادہ ہو تو ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی، ہاں اگر یہ سامان ذاتی استعمال کے لیے ہو، یا مکان اس نیت سے خریدا ہو کہ کرایہ پر دے کر نفع حاصل کریں گے تو ان صورتوں میں زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

(۴) مذکورہ بالا اشیاء کے مجموعے پر یعنی کسی کے پاس کچھ سونا ہے، کچھ چاندی ہے، تھوڑے سے نقد پیسے ہیں اور کچھ مال تجارت ہے اور ان سب کی مجموعی مالیت چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ) کے برابر ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

واضح رہے کہ سونا، چاندی اور مال تجارت کا چالیسواں حصہ (یعنی ڈھائی فیصد) زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔

(۵) چرنے والے مویشیوں پر بھی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری، ہر ایک کا الگ مستقل نصاب ہے، مقامی علمائے کرام سے پوچھ کر اس پر عمل کیا جائے۔

(۶) زمین سے جو پیداوار حاصل ہوتی ہے اس پر ''عشر'' کی ادائیگی فرض ہوتی ہے، اگر زمین بارش کے پانی سے سیراب کی گئی ہے تو دسواں حصہ اور اگر کنویں (ٹیوب ویل) کے پانی سے یا نہری پانی خرید کر سیراب کی گئی ہے تو بیسواں حصہ عشر میں دینا فرض ہے۔

(۷) فیکٹریوں، ملوں اور کارخانوں کے شیئرز پر بھی زکوٰۃ فرض ہے بشرطیکہ ان کی قیمت چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ) کے برابر ہو۔ مشینری، فرنیچر اور استعمال کی چیزوں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

زیورات پر زکوٰۃ:

سوال: (۱) سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) عورت جو زیورات استعمال کرتی ہے اس میں کچھ زیورات والدین کی طرف سے ہوتے ہیں اور کچھ شوہر کی طرف سے تو ان زیورات کی زکوٰۃ کون ادا کرے؟ والدین، شوہر یا عورت؟

(۳) زیورات کی زکوٰۃ کب ادا کرنا فرض ہے؟

جواب: (۱) سونا اور چاندی سے بنی ہوئی چیز اگر نصاب کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، مثلاً زیور، برتن، سونے اور چاندی کے بٹن وغیرہ، چاہے استعمال کرنے کے لیے ہوں یا تجارت کی نیت سے رکھے ہوئے ہوں یا کسی کو تحفے میں دینے کے لیے ہوں۔

(۲) والدین اور شوہر کی فرف سے دیے گئے زیورات اگر عورت کو ملکیت کے طور پر دیے گئے ہیں تو ان کی زکوٰۃ عورت پر فرض ہے والدین اور شوہر پر نہیں ہاں اگر والدین اور شوہر خوشی سے بیوی کے کہنے پر بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کریں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اور اگر صرف پہننے کے لیے والدین یا شوہر کی طرف سے عاریت کے طور پر دیے گئے ہیں تو والدین اور شوہر پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

(۳) عورت جس دن صاحبِ نصاب ہو جائے اس وقت سے چاند کے بارہ قمری مہینے گزرنے پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے۔

گزشتہ برسوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ:

سوال: اگر کئی سال سے زیورات کی زکوٰۃ ادا نہیں کی گئی ہے تو اب کس طرح زکوٰۃ ادا کی جائے؟

جواب: گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سونے اور چاندی کی جو مقدار پہلے سال تھی اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے، پھر دوسرے سال چالیسواں حصے کی مقدار منہا کر کے بقیہ کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے۔ اسی طرح ہر سال کا حساب لگا کر باقی ماندہ کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے۔

بیٹی کے لیے رکھے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ:

سوال: بیٹی کو جہیز میں دینے کے لیے والدین کے پاس جو سونا اور چاندی موجود ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو والدین پر یا لڑکی پر؟

جواب: اگر والدین نے بیٹی کو زیورات کا مالک بنا دیا ہے اور بیٹی بالغہ ہے تو سال گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور اگر نابالغہ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، بیٹی کو اگر مالک نہیں بنایا گیا ہے تو زیورات والدین کی ملکیت شمار ہوں گے اور والدین پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

قیمت فروخت کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنا:

سوال: سونا، چاندی اور تجارت کی چیزوں کی قیمت خرید کا اعتبار کر کے زکوٰۃ کی جائے یا قیمت فروخت کا اعتبار کر کے؟

جواب: قیمت فروخت (یعنی زکوٰۃ فرض ہونے کے دن بازار کی قیمت) کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کی جائے۔

ضرورت سے زائد چیزوں پر زکوٰۃ:

سوال: ہمارے علاقے میں شادی کے موقع پر عورت کے جہیز کے سامان میں ایسے برتن اور ایسے بستر موجود ہوتے ہیں جن کے استعمال کی ضرورت بالکل نہیں ہوتی، نیز شادی بیاہ کے وقت عورت کے پاس چالیس سے پچاس تک کپڑوں کے جوڑے موجود ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ شوکیس اور الماری بھی موجود ہوتی ہے، کیا اس عورت پر زکوٰۃ قربانی فرض ہے؟

جواب: زیورات کے علاوہ استعمال کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں خواہ وہ ضرورت سے زائد ہوں البتہ اگر ضروریات اصلیہ سے زائد چیزوں کی قیمت نصاب زکوٰۃ کے برابر ہے تو مذکورہ عورت پر قربانی اور صدقہ فطر لازم ہے زکوٰۃ واجب نہیں اور اس نصاب پر سال کا گزرنا شرط نہیں۔

لیکن سونا چاندی، نقدی، سامانِ تجارت یا زیورات اگر بقدرِ نصاب ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو ہر صورت میں زکوٰۃ فرض ہے خواہ وہ زیرِ استعمال ہوں یا نہ ہوں۔

گاڑی کی کمائی پر زکوٰۃ:

سوال ۱: ایک شخص نے تقریباً 20 لاکھ روپے کی ایک گاڑی کمائی کے لیے خریدی تو ان 20 لاکھ روپے (جن سے گاڑی خریدی) پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

۲: یہی گاڑی جو کمائی کے لیے خریدی گئی اگر اچھے داموں میں بکتی ہے تو یہ شخص اس کو بیچتا بھی ہے، یعنی ایک لحاظ سے اس نے یہ گاڑی کمائی کے لیے خریدی ہے اور دوسرے لحاظ سے اگر اس کو بیچنے میں فائدہ ہو تو پھر بیچتا بھی ہے تو آیا اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

۳: اسی گاڑی سے جو کمائی کی جاتی ہے وہ گھر کے تمام اخراجات سے زیادہ ہے یعنی اس گاڑی کی کمائی کو یہ آدمی جمع کرتا ہے تو اس صورت میں گاڑی کے 20 لاکھ میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جواب: تینوں صورتوں میں گاڑی کی اصل قیمت (جو 20 لاکھ ہے) پر زکوٰۃ نہیں، اس لیے کہ گاڑی حصول نفع کا آلہ اور ذریعہ ہے۔ البتہ گاڑی کی کمائی جب نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا:

سوال: رشتہ داروں میں سے کس کو زکوٰۃ دینا درست ہے کس کو نہیں؟

جواب: والدین کا اپنی اولاد کو اور اولاد کا اپنے والدین کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، اسی طرح میاں بیوی بھی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، ان کے سوا باقی رشتہ دار مثلاً بھائی، بہن، چچا، ماموں، خالہ وغیرہ اگر مستحقِ زکوٰۃ ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بلکہ اس میں دگنا ثواب ہے ایک ثواب زکوٰۃ دینے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

ائمہ مساجد کو زکوٰۃ دینا:

سوال: ہمارے ہاں مساجد میں ائمہ حضرات کو اس شرط پر مقرر کیا جاتا ہے کہ ان کو تنخواہ نہیں دیں گے بلکہ ان سے

طے کیا جاتا ہے کہ آپ کو زکوٰۃ دیں گے، فطرانہ دیں گے اور بقر عید کے موقع پر چرم قربانی (یعنی کھال) دیں گے، ائمہ مساجد کا ان چیزوں پر راضی ہوکر ان کو وصول کرنا شرعی نقطہ نظر سے کیسا ہے؟

جواب: ائمہ مساجد کو زکوٰۃ، صدقات واجبہ بطور تنخواہ دینا اور لینا دونوں جائز نہیں، اگر کسی نے ان کو زکوٰۃ یا صدقات واجبہ بطور تنخواہ دے دیے تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اس لیے کہ اگر یہ ائمہ غنی اور صاحب نصاب ہیں تو تمام کتب فقہ میں تصریح موجود ہے کہ غنی کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، اگر صاحب نصاب نہ ہوں، تو عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ ان کو امامت کے عوض اجرت میں زکوٰۃ وصدقات واجبہ دیے جارہے ہیں، جبکہ زکوٰۃ وصدقات واجبہ کسی کو چیز کے عوض اور اجرت میں دینا جائز نہیں، زکوٰۃ ادا ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ دینے والے کی کوئی منفعت اس مال سے متعلق نہ ہو۔

مال زکوٰۃ کا گم ہوجانا:

سوال: میں نے زکوٰۃ کے پیسے رمضان کے مہینے میں نکالے تھے، اس میں سے مستحق لوگوں کو روپیہ دے رہا تھا اور وہ پیسے دکان پر رکھے تھے ایک تھیلی کے اندر اور اندازاً 2000 روپے اس میں موجود تھے، اب وہ تھیلی دکان میں نہیں مل رہی یا تو ملازم نے چوری کر لی یا کوئی اور بات ہوگئی ہے۔ آپ بتائیں کہ جو زکوٰۃ کے روپے دکان سے غائب ہوئے ہیں وہ مجھے دوبارہ دینے ہیں یا میری زکوٰۃ ادا ہوگئی ہے؟

جواب: زکوٰۃ کی رقم میں سے جتنی مقدار فقیروں کو دی گئی ہے، زکوٰۃ کی اتنی مقدار ادا ہوگئی باقی جتنی رقم گم ہوگئی ہے اتنی ہی رقم دوبارہ دینا ضروری ہے محض زکوٰۃ کی رقم الگ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

پیشگی زکوٰۃ دینا:

سوال: مجھے معلوم یہ کرنا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں زکوٰۃ نکالنی ہے اور اس کے لیے میں بہت پریشان ہوں اور زکوٰۃ بھی لازمی نکالنی ہے، لہٰذا زکوٰۃ کس طرح نکالی جائے؟ زکوٰۃ پیشگی بھی دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: پیشگی زکوٰۃ دینا جائز ہے اور زکوٰۃ کے ادا کرنے کے لیے شریعت نے رمضان یا کوئی دوسرا مہینہ مقرر نہیں کیا بلکہ جس وقت سے نصاب کا مالک ہوا اسی وقت سے سال پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اس میں بہتر یہ ہے کہ فوراً زکوٰۃ ادا کردی جائے لیکن اگر زکوٰۃ ادا کرنے میں تاخیر کردی تو بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

زکوٰۃ پہنچانے کا کرایہ مد زکوٰۃ سے دینا:

سوال: ایک شخص کتابوں کا کاروبار کرتا ہے، سال پورا ہونے پر کتابوں ہی کو زکوٰۃ میں ادا کرنا چاہتا ہے زکوٰۃ کی مد کی کتابیں دینی مدرسہ میں دینا چاہتا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ مدرسہ تک پہنچانے کے لیے جو کرایہ لگے گا وہ بھی زکوٰۃ کی مد میں سے دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کے لیے ضروری ہے کہ رقم مستحق زکوٰۃ کو مالکانہ طور پر تملیکاً بلاعوض دی جائے اور مال زکوٰۃ کو کرایہ میں دینا تملیک بلاعوض نہیں ہے، لہٰذا مال زکوٰۃ سے کرایہ ادا کرنا جائز نہیں۔

البتہ یہ صورت ہوسکتی ہے کہ آپ جس ادارے یا فرد کو کتابیں دینا چاہتے ہیں اس کے کسی آدمی کو بلا کر اور کتابوں

میں سے کچھ کم کر کے اس کی جگہ کرایہ کی رقم کے بقدر مدز کوٰۃ میں سے اسے دے دیں، وہ اپنے قبضے میں لے کر کرایہ پر خرچ کرے، یا کتابیں کچھ رقم کے ساتھ کسی کے ساتھ بھیج دیں وہ مستحق فرد دونوں چیزیں وصول کر کے پھر اسی رقم کو کرایہ میں ادا کر دے۔

ہسپتال میں زکوٰۃ کا پیسہ لگانا:

سوال: کیا کسی خیراتی ہسپتال میں زکوٰۃ کی رقم اس طرح استعمال کرنا جائز ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مریضوں کو مفت دی جائیں ہسپتال کا عملہ اور ڈاکٹروں کو اس سے تنخواہ اور دیگر ہسپتال کی ضروریات پوری کی جائیں؟

نیز ایسے ہسپتال کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں جہاں زکوٰۃ مذکورہ بالا طریقہ پر استعمال ہوتی ہو؟

جواب: مذکورہ صورتوں میں صرف پہلی صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یعنی زکوٰۃ کی رقم سے دوائیں خرید کر مستحق مریضوں کے درمیان مفت تقسیم کی جائیں، مال زکوٰۃ سے ہسپتال کی تعمیر اور اس کے لیے آلات خریدنا ڈاکٹروں کو فیس اور ہسپتال کے عملہ وغیرہ کو تنخواہیں دینا جائز نہیں۔

البتہ اگر زکوٰۃ کی رقم پہلے مستحق مریضوں کو دی جائے پھر مریض ہسپتال والوں کے واجبات اس سے ادا کریں تو ہسپتال کے منتظمین جہاں چاہیں اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔

بی سی پر زکوٰۃ دینے کا طریقہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بی سی پر زکوٰۃ کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

جواب: بی سی کی حقیقت قرض کی سی ہے کہ مثلاً دس آدمی باہمی رضامندی سے ماہانہ ایک ایک ہزار روپے جمع کرتے ہیں اور یہ طے کرتے ہیں کہ ہر مہینہ ایک آدمی کو جمع شدہ رقم دی جائے گی اور آدمی کی تعیین قرعہ کے ذریعہ سے پہلے ہی کر لیتے ہیں کہ اس مہینہ فلاں آدمی ہے اور آئندہ دوسرا، اسی طرح دس کے دس مکمل ہو جاتے ہیں۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ ہر آدمی بی سی ملنے سے پہلے قرض دینے والا ہوتا ہے اور بی سی ملنے کے بعد قرض لینے والا ہوتا ہے، مثلاً ایک آدمی کی باری پانچویں مہینہ میں آئی تو اب وہ آدمی پانچ مہینہ تک دوسروں کو قرض دے رہا تھا اور اب پانچویں مہینہ میں بی سی ملنے کے بعد وہ پانچ ہزار کا مقروض ہو جائے گا بقیہ دسویں مہینہ تک۔

اب بی سی پر زکوٰۃ کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ جس دن اس شخص کی زکوٰۃ کا سال پورا ہوتا ہے، مثلاً یکم رمضان، اس دن اگر وہ بی سی وصول کر چکا ہے تو جتنے مہینوں کی رقم ادا کرنی باقی ہے اتنی رقم کے بقدر مقروض ہے اس قرض کو اپنے دوسرے قابل زکوٰۃ مال سے نکال کر بقیہ کی زکوٰۃ ادا کرے، اگر اس دن تک اس نے بی سی وصول نہیں کی تو جتنے پیسے وہ بی سی میں جمع کر رہا ہے گویا اس نے دوسروں کو قرض دیے ہیں جو یہ اپنے وقت پر وصول کر لے گا، بی سی وصول کرنے کے بعد اس میں سے جتنی رقم آئندہ بی سی میں بھرنی ہے اس کو نکال کر باقی کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔

(ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی)

مولانا اعجاز صمدانی

نقشہ برائے ادائیگی زکوٰۃ

(الف) وہ اثاثے جن پر زکوٰۃ واجب ہے:

(۱) سونا (خواہ کسی شکل میں ہو)---------------------------- مثلاً اِس کی قیمت:- 50,000/-

(۲) چاندی (خواہ کسی شکل میں ہو)---------------------------- // ------------ 10,000/-

(۳) مالِ تجارت یعنی بیچنے کی حتمی نیت سے خریدا ہوا مال، مکان، زمین (۱) ------------- 300,000/-

(۴) بینک میں جمع شدہ رقم-- 100,000/-

(۵) اپنے پاس موجود نقد رقم-- 100,000/-

(۶) ادھار رقم (جس کے ملنے کا غالب گمان ہو)

خواہ نقد رقم کی صورت میں دی ہو یا مالِ تجارت بیچنے کی وجہ سے واجب ہوئی ہو-------- 50,000/-

(۷) غیر ملکی کرنسی (موجودہ ریٹ سے)-- 10,000/-

(۸) کمپنی کے شیئرز جو تجارت (Capital Gain) کی نیت سے خریدے ہوں۔

ان کی پوری قیمت (موجودہ مارکیٹ ویلیو)---------------------------------- 50,000/-

(۹) جو شیئرز نفع (Dividend) کی غرض سے خریدے گئے، ان میں کمپنی کے نا قابل زکوٰۃ اثاثے (Operating Assets) جیسے بلڈنگ، مشینری وغیرہ کو منہا کیا جاسکتا ہے۔

(اور بہتر یہ ہے کہ احتیاطاً ان کی پوری قیمت لگائی جائے)------------------------ 50,000/-

(۱۰) بچت سرٹیفکیٹ جیسے FEBC, NDFC, NIT (صرف اصل رقم پر زکوٰۃ ہوگی) (۲) 100,000/-

(۱۱) کسی جگہ اپنی امانت رکھوائی ہوئی رقم، سونا، چاندی، مال تجارت------------------- 10,000/-

(۱۲) کمیٹی (بیسی) میں اپنی جمع شدہ رقم۔ (جبکہ بیسی وصول نہ ہوئی ہو)---------------- 10,000/-

---

(۱) اگر بیچنے کی نیت نہ ہو بلکہ کرایہ پر دے کر کمانے کی نیت ہو یا ویسے ہی سرمایہ محفوظ کرنے کے لیے کوئی جائیداد خریدی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

(۲) اگرچہ موجودہ حالات میں ان کا خریدنا جائز نہیں۔

(۱۳) خام مال جو مصنوعات بنا کر فروخت کرنے کے لیے خرید ا گیا------------------ 200,000/-
(۱۴) تیار شدہ مال کا اسٹاک-- 20,000/-
(۱۵) کاروبار میں شراکت کے بقدر حصہ (قابل زکوٰۃ اثاثوں کی مالیت مع نفع)---------- 50,000/-
کل مالِ زکوٰۃ کی مالیت رقم کی شکل میں-------- 11,10,000/-

(ب) جو رقم منہا کی جائے گی:

(۱) واجب الاداء قرضہ(۱)-------------------------مثلاً------------------ 10,000/-
(۲) کمیٹی (بیسی) کے بقایا جات۔(اگر یہ کمیٹی مل چکی ہو)---------//------------- 100,000/-
(۳) یوٹیلیٹی بلز جو زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ تک واجب ہو چکے ہوں------//------------- 10,000/-
(۴) پارٹیوں کی ادائیگیاں جو ادا کرنی ہوں---------------//------------------ 100,000/-
(۵) ملازمین کی تنخواہیں، جو زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ تک واجب ہو چکی ہوں------------ 100,000/-
(۶) گزشتہ سال کی زکوٰۃ کی رقم، اگر ابھی تک ذمہ باقی ہو---------------------------- 10,000/-
(۷) قسطوں پر خریدی ہوئی چیز کی واجب الاداء قسطیں---------------------------- 10,000/-

---

وہ کل رقم جو منہا کی جائے گی---------- 3,80,000/-

کل مالِ زکوٰۃ (رقم)-------------- 11,10,000/-
وہ رقم جو منہا کی جائے گی------------ 3,80,000/--
وہ رقم جس پر زکوٰۃ واجب ہے---------- 7,80,000/-
مقدار زکوٰۃ: (قابلِ زکوٰۃ رقم کو چالیس پر تقسیم کریں)------------ 18,250/-

نوٹ: یہاں تمام رقوم کو بذریعہ مثال واضح کیا گیا ہے۔ آپ اپنے اموال کی حقیقی قیمت درج کر کے مندرجہ بالا طریقہ اختیار کریں۔ آپ ان اموال کی قیمت درج فرمائیں جو آپ کے پاس موجود ہوں اور مذکورہ نمونے کے مطابق زکوٰۃ کا حساب نکالیں۔

(۱) البتہ وہ بڑے بڑے پیداواری قرضے جن سے ناقابلِ زکوٰۃ اموال خریدے جائیں، منہا نہ ہوں گے۔ (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص ۹۴)

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ یعنی عُشر

اَلْحَمْدُ لِله رَبِّ الْعَالَمِيْن،وَالصَّلاة وَالسَّلام عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيم وَعَلىٰ آله وَاَصْحَابه اَجْمَعِيْن.

زمین کی پیداوار میں زکاۃ یعنی عُشر:

خالق کائنات کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت زمین کی تخلیق ہے جس میں اللہ جل شانہ کے حکم سے بے شمار اناج، پھل پھول، سبزیاں اور طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں جن کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم واحسان ہے کہ اس نے زمین کو انسان کے تابع بنادیا اور اس میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی روزی کا عظیم ذخیرہ جمع کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے مٹی کو پیداوار کے قابل بنایا اور پیداوار کے اگنے اور اس کے نشوونما کے لئے بادلوں سے پانی برسا کر، پہاڑوں سے چشمے بہا کر اور زمین کے اندر پانی کے ذخیرے رکھ کر وافر مقدار میں پانی پیدا کردیا، نیز ہوا کے انتظام کے ساتھ روشنی وگرمی کا خاص نظم کیا تاکہ تمام انس وجن اور جاندار زمین کی پیداوار سے بھرپور فائدہ اٹھا کر زندگی کے ایام گزارتے رہیں۔

یقیناً زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے ہی نے زمین سے پیداواری کا یہ سارا انتظام کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: اچھا یہ بتاؤ کہ جو کچھ تم زمین میں بوتے ہو، کیا اسے تم اگاتے ہو، یا اگانے والے ہم ہیں۔ (سورۃ الواقعہ آیت نمبر ۶۳) یعنی تمہارا کام بس اتنا ہی تو ہے کہ تم زمین میں بیج ڈال دو اور محنت کرو۔ اس بیج کو پروان چڑھا کر کونپل کی شکل دینا، اور اسے درخت یا پودا بنادینا اور اس میں تمہارے فائدے کے پھل یا غلے پیدا کرنا کیا تمہارے اپنے بس میں تھا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو تمہارے ڈالے ہوئے بیج کو یہاں تک پہنچادیتا ہے۔

یقینی طور پر زمین کی پیداوار کا ہر ہر دانہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اور حقیقی پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ انسان تو اللہ کی عظیم نعمتوں (مٹی کو پیداوار کے قابل بنانا، پانی، ہوا، گرمی وسردی اور روشنی کا انتظام وغیرہ) سے فائدہ اٹھائے بغیر ایک تنکا بھی زمین سے نہیں اگا سکتا۔ اس عظیم نعمت پر ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے ہمارے لئے عمدہ عمدہ غذاؤں کا انتظام کیا۔ شریعت اسلامیہ نے اظہار تشکر کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ زمین کی ہر پیداوار پر عشر یا نصف عشر (دسواں یا بیسواں حصہ) یعنی دس یا پانچ فیصد زکوٰۃ نکالیں تاکہ غریبوں اور محتاجوں کی ضرورتوں کی تکمیل ہوسکے۔

پیداوار کی زکاۃ کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: اللہ وہ ہے جس نے باغات پیدا کئے جن میں سے کچھ (بیل دار ہیں جو) سہاروں سے اوپر چڑھائے جاتے ہیں اور کچھ سہاروں کے بغیر بلند ہوتے ہیں، اور نخلستان اور

کھیتیاں پیدا کیں، جن کے ذائقے الگ الگ ہیں، اور زیتون اور انار پیدا کئے، جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں، اور ایک دوسرے سے مختلف بھی۔ جب یہ درخت پھل دیں تو ان کے پھلوں کو کھانے میں استعمال کرو، اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو اللہ کا حق ادا کرو، اور فضول خرچی نہ کرو۔ یاد رکھو، وہ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۱)

اسی طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہو اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا کرو۔ اور یہ نیت نہ رکھو کہ بس ایسی خراب قسم کی چیزیں (اللہ کے نام پر) دیا کرو گے جو (اگر کوئی دوسرا تمہیں دے تو نفرت کے مارے) تم اسے آنکھیں میچے بغیر نہ لے سکو۔ اور یاد رکھو کہ اللہ بے نیاز ہے اور قابل تعریف ہے۔ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۶۷)

قرآن کریم کے پہلے مفسر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو زمین دریا اور بادل سے سینچی جائے، اس کی پیداوار کا دسواں حصہ اور جو زمین کنویں سے سینچی جائے اس کی پیداوار کا بیسواں حصہ (زکوٰۃ کے طور پر نکالا جائے)۔ (صحیح مسلم، مسند احمد، نسائی، ابوداود)

قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو زمین آسمان، چشمہ اور تالاب کے پانی سے سینچی جائے اس کی پیداوار کا دسواں حصہ، اور جو زمین ڈول یا رہٹ کے ذریعہ سینچی جائے اس کی پیداوار کا بیسواں حصہ (زکوٰۃ کے طور پر نکالا جائے)۔ (صحیح بخاری، ترمذی، نسائی، ابوداود، ابن ماجہ)

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ زمین کی پیداوار پر دسواں یا بیسواں حصہ (دس یا پانچ فیصد) زکوٰۃ میں دینا ضروری ہے، اگرچہ اس کی تفصیلات میں کچھ اختلافات ہیں۔ (بدائع الصنائع) شیخ ابن قدامہؒ نے اپنی کتاب "المغنی" میں تحریر کیا ہے کہ زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ کے وجوب کے سلسلہ میں امت کے درمیان کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔

عُشر کے معنی:

عشر کے اصل معنی دسویں حصہ کے ہیں، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیداوار کی زکوٰۃ کے متعلق جو تفسیر بیان فرمائی ہے، اس میں زمین کی دو قسمیں قرار دی ہیں۔

(۱) اگر زمین بارانی ہو یعنی بارش یا ندی ونہر کے مفت پانی سے سیراب ہوتی ہے تو پیدوار میں عشر یعنی دسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا فرض ہے۔ (۲) اگر زمین کو ٹیوب ویل وغیرہ سے خود سیراب کیا جاتا ہے تو نصف عشر (پانچ فیصد) یعنی بیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا فرض ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر مفت پانی سے سیراب ہوکر پیداوار ہوئی ہے تو دسواں حصہ (دس فیصد) ورنہ بیسواں حصہ (پانچ فیصد)۔ اگر زمین دونوں پانی (یعنی بارش وغیرہ اور ٹیوب ویل) سے سیراب ہوئی ہے تو اکثریت کا اعتبار ہوگا۔ فقہاء کی اصطلاح میں دونوں قسم پر عائد ہونے والی زکوٰۃ کو عشر ہی کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نصابِ عُشر:

قرآن وحدیث کے عموم کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشر کے لئے کوئی نصاب ضروری نہیں ہے۔ بلکہ ہر پیداوار پر زکوٰۃ واجب ہے خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ۔ یعنی عشر میں زکوٰۃ کی طرح کوئی نصاب ضروری نہیں کہ جس سے کم ہونے پر عشر ساقط ہوجائے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں پھلوں، سبزیوں اور ترکاریوں پر بھی زکوٰۃ (یعنی عشر یا نصف عشر) واجب ہے۔ دیگر ائمہ اور امام محمدؒ وامام ابو یوسفؒ کے نزدیک حدیث (لیس فیما دون خمسة اوسق صدقه) کی روشنی میں پانچ وسق (چھ کوئنٹل اور ۵۳ کیلو) سے اگر کم پیداوار ہوتو ایسے لوگوں پر عشر واجب نہیں ہے۔ یعنی اگر چھ کوئنٹل اور ۵۳ کیلو سے کم گندم پیدا ہوتو اس پر عشر واجب نہیں۔

عُشر اور زکوٰۃ میں فرق:

پیداوار کی زکاۃ (یعنی عشر یا نصف عشر) ہر پیداوار پر دی جائے گی، خواہ سال میں ایک سے زیادہ پیداوار ہوئی ہو، یعنی اگر ایک سے زیادہ مرتبہ پیداوار ہوئی ہے تو ہر مرتبہ عشر یا نصف عشر دیا جائے گا۔ مال یا سونے وچاندی کی زکوٰۃ کے وجوب کے لئے ضروری ہے کہ وہ ضروریات سے بچا ہوا ہو، نصاب کو پہنچا ہوا ہو اور اس پر ایک سال گزر گیا ہو لیکن پیداوار کی زکوٰۃ (یعنی عشر یا نصف عشر) کے لئے یہ تمام شرطیں ضروری نہیں ہیں۔ غرضیکہ مال یا سونے وچاندی پر سال میں ایک ہی بار زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، جبکہ سال میں دو پیداوار ہونے پر دو مرتبہ عشر ادا کیا جائے گا۔

پیداوار پر زکوٰۃ (یعنی عشر یا نصف عشر) کی ادائیگی کے بعد اگر غلہ کئی سال تک بھی رکھا رہے تو اس پر دوبارہ زکوٰۃ ضروری نہیں ہے، ہاں اگر غلہ بیچ دیا گیا تو اس سے حاصل شدہ مال پر ایک سال گزرنے اور نصاب کو پہنچنے پر مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

کھیت کی زمین پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے چاہے جتنی قیمت کی ہو۔

بٹائی کی زمین کا عشر:

جس کے حصہ میں جتنی پیداوار آئے گی اس کے مطابق اس کی زکوٰۃ (یعنی عشر یا نصف عشر) ادا کرنا ضروری ہے۔ مثلاً زمین مالک اور کھیتی کرنے والے کے درمیان آدھی آدھی پیداوار تقسیم ہوئی تو دونوں کو حاصل شدہ پیداوار پر زکوٰۃ (یعنی عشر یا نصف عشر) ادا کرنا ضروری ہے۔

کٹائی کا خرچ اور عشر:

پیداوار کی زکوٰۃ (یعنی عشر یا نصف عشر) تمام پیداوار سے نکالی جائے گی، اس میں کٹائی وغیرہ کے مصارف شامل نہیں کئے جاتے ہیں، مثلاً سو کوئنٹل گندم پیدا ہوئے، پانچ کوئنٹل گندم کٹائی میں اور دس کوئنٹل گاہنی (تھریشر) میں دے دیا گیا تو ۸۵ کوئنٹل پر نہیں بلکہ پوری پیداوار یعنی سو کوئنٹل پر زکوٰۃ (یعنی عشر یا نصف عشر) ادا کرنی ہوگی۔

متفرق مسائل:

پیداوار کی زکوٰۃ میں جو حصہ ادا کرنا واجب ہے مثلاً ایک کوئنٹل گندم تو گندم کے بجائے اگر اس کی قیمت دے دی جائے تو بھی جائز ہے۔(شامی)

اگر رہائشی مکان کے اردگرد یا اس کے صحن میں کسی پھل مثلاً امرود کا پیڑ لگالیا یا معمولی سی کھیتی کر لی تو اس پر زکوٰۃ (یعنی عشر یا نصف عشر) واجب نہیں ہے۔(شامی)

ہندوستان کی اراضی عام طور پر عشری ہیں، یعنی پیدوار کا دس یا پانچ فیصد مستحقین زکوٰۃ کو ادا کرنا چاہئے۔مولانا عبدالصمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ ہندوستانی اراضی کی کل تیرہ صورتیں ہیں، جن میں سے دس میں اصولاً عشر یا نصف عشر واجب ہوتا ہے اور تین میں احتیاطاً عشر یا نصف عشر ادا کرنا چاہئے۔(جدید فقہی مسائل۔مولانا خالد سیف اللہ رحمانی)

ہندوستان کی اراضی میں پیداوار پر زکوٰۃ کے سلسلہ میں بعض علماء کا اختلاف بھی ہے مگر قرآن کریم کی آیات واحادیث کے عموم کی وجہ سے احتیاط اسی میں ہے کہ ہر پیداوار کا دس یا پانچ فیصد مستحقین زکوٰۃ کو ادا کیا جائے۔

کھیتی کی زکوٰۃ کے مستحقین بھی مستحقینِ زکوٰۃ کی طرح ۸ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ آیت نمبر۶۰ میں ۸ مستحقین زکوٰۃ کا ذکر کیا ہے:

فقیر: یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ تھوڑا مال واسباب ہے لیکن نصاب کے برابر نہیں۔

مسکین: یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

جو کارکن زکاۃ وصول کرنے پر متعین ہیں۔

جن کی دلجوئی کرنا منظور ہو۔

وہ غلام جسکی آزادی مطلوب ہو۔

قرض دار یعنی وہ شخص جس کے ذمہ لوگوں کا قرض ہو اور اُس کے پاس قرض سے بچا ہوا بقدر نصاب کوئی مال نہ ہو۔

اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا۔

مسافر جو حالت سفر میں تنگدست ہو گیا ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری جانی و مالی تمام عبادتوں کو قبول فرمائے، آمین۔

☆......☆......☆

مفتی سمیع الرحمٰن، جامعہ فاروقیہ کراچی

علماء وطلباء سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی باتیں

عالم عرب کے معروف عالم دین صالح احمد شامی نے ملفوظاتِ صحابہ کرامؓ کا ایک مجموعہ ''مواعظ الصحابہؓ'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس مجموعے میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایسے منتخب ملفوظات ترجمہ وتشریح کے ساتھ پیش خدمت ہیں، جن کا براہِ راست تعلق طلباء اور علماء کرام سے ہے۔

طلباء کی صفات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب نوجوانوں کو طلبِ علم میں مشغول دیکھتے تو خوش ہوکر فرماتے:

''مرحباً بينابيع الحكمة، ومصابيح الظلم، خلقان الثياب، جدد القلوب، حبس البيوت، ريحان كل قبيلة.''

''اے حکمت ودانش کے چشمو! جہالت کے اندھیروں میں علم کے روشن چراغو! حصولِ علم کی کوششیں تمہیں مبارک ہوں۔ تمہارا لباس بوسیدہ، لیکن دل تروتازہ رہتا ہے۔ بے مقصد گھومنے پھرنے کے بجائے اپنی اقامت گاہوں تک محدود رہتے ہو، تم ہر قبیلے کے پھول ہو۔''

فوائد:

ا:-طلباء کو خوش آمدید کہنا چاہیے۔ اپنے رویوں سے انہیں دل برداشتہ کرنے کی بجائے ان کی نادانی پر صبر وتحمل سے کام لینا چاہیے۔ مولانا فضل امام خیر آبادی ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۴ء ہندوستان کے معروف عالم گزرے ہیں، ان کے صاحبزادے فضلِ حق کا ایک واقعہ معروف ہے۔ ان کے پاس بڑی عمر کا ایک پٹھان طالب علم پڑھتا تھا، جو غبی اور کند ذہن تھا، مولانا کا عنفوانِ شباب تھا، تحمل اور بردباری کی کمی تھی، ایک دن پڑھاتے پڑھاتے تنگ آکر غصے میں کتاب اس کے سر پر دے ماری، وہ منہ بسورتا ہوا اُن کے والد مولانا فضل امام کے پاس گیا اور شکایت کی، وہ سیدھے درس گاہ میں آئے اور بیٹے کے سر پر اس زور سے تھپڑ رسید کیا کہ دستارِ فضیلت دور جا گری اور غصے میں فرمایا:

''تو تمام عمر بسم اللہ کے گنبد میں رہا، نازونعم میں پرورش پائی، جس کے سامنے کتاب رکھ دی، اس نے خاطر داری سے پڑھایا۔ طالب علمی کی قدر تو کیا جانے؟ اگر مسافرت اختیار کرتا، بھیک مانگتا، مسجدوں میں قیام کرتا اور طالب علم بنتا تو تجھ کو حقیقت معلوم ہوتی، طالب علمی کی قدر ہم سے پوچھو۔''

(مسلمان مثالی اساتذہ، مثالی طلباء، ص:۱۴)

اس مادی دور میں مستقبل کے سہانے خوابوں کو فراموش کر کے علوم نبوت کو اپنے سینے سے لگانے والے مہمانانِ رسول کی عزت افزائی اوران کے علمی افادے کو اپنا شرف سمجھنا چاہیے۔

۲:-طلباء دین کو اپنی ظاہری شکل وصورت کی تزئین میں منہمک ہونے کی بجائے دل کی دنیا کو باطنی گندگی: تکبر، بغض، حسد، خود پسندی، قومی، لسانی، علاقائی تعصب اور عشقِ مجازی سے پاک کرنے اور اخلاقِ حسنہ، تواضع، عاجزی، ادب، اُخوت، ایثار سے سنوارنے کی کوششوں میں لگے رہنا چاہیے۔

۳:- بے مقصد گھومنے پھرنے اور تفریح میں پڑنے کے بجائے طالب علم کو اپنی فکر ونظر اور چلت پھرت کا محور محض ''علم'' کو بنانا چاہیے۔

حصولِ علم کا مقصد:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تَعَلَّمُوا العلم، فإذا علمتم فاعملوا. وقال: ويل لمن لا يعلم ولو شاء الله لعلمهٗ، وويل لمن يعلم، ثم لايعمل سبع مرات.''

''علم دین حاصل کرو، جب حاصل کرلو تو اس پر عمل بھی کرو۔ پھر فرمایا: جاہل کے لیے ایک ہلاکت ہے اگر وہ جاہل ہی رہے اور اللہ چاہے تو اسے علم دے کر اس ہلاکت سے نکال بھی سکتا ہے، مگر جو شخص علم رکھنے کے باوجود عمل نہ کرے اس کے لیے سات مرتبہ ہلاکت ہے۔''

فائدہ:

سات کا عدد محض کثرت کے لیے بھی بولا جاتا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس کے لیے ہلاکتیں ہی ہلاکتیں ہیں، کیونکہ بے عمل ہر لمحے رحمتِ الٰہی سے دور ہوتا جاتا ہے۔ لہٰذا مقصدِ علم، عمل ہونا چاہیے۔ علم برائے علم، یا علم برائے اسناد اور اسناد برائے ذریعہ معاش اس دور کا بہت بڑا فتنہ ہے۔ صحیح نیت کے ساتھ تبعاً ان اُمور سے واسطہ پڑے تو کوئی حرج نہیں۔

علم سیکھنے سے آتا ہے:

''إن الرجل لا يولد عالما وإن العلم بالتعلم.''

''انسان ماں کے پیٹ سے عالم بن کر پیدا نہیں ہوتا، علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔''

فائدہ:

:علم کسی صاحبِ فضل وعلم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے سے آتا ہے، کسی کی راہنمائی کے بغیر علمی مدارج طے کرنے کے خواب دیکھنا احمقوں کا کام ہے۔ بعض اوقات طالب علم کی خود پسندی اور اس کا مصنوعی وقار اس کے تحصیلِ

علم میں آڑ بن جاتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات علمی خانوادوں کے چشم و چراغ ''پدرم عالم بود'' کے زعم میں مبتلا ہو کر علم وفضل سے محروم رہ جاتے ہیں۔ علمی استفادے کی لذت اس وقت تک حاصل نہیں کی جا سکتی، جب تک طالب علم اپنا مصنوعی وقار اور خود پسندی کا لباس اُتار نہ دے اور اصحابِ علم سے استفادے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہ کرے۔

علم بھولنے کی وجہ:

''إني لأحسب الرجل ينسى العلم كان يعلمهٗ لخطيئة يعملها.''

''جو شخص علم دین کی کوئی چیز جاننے کے بعد بھول جائے، میرے خیال میں یہ اس کے کسی گناہ کا اثر ہے جو اس سے صادر ہوا ہے۔''

فائدہ: بھول پن کے کئی مادی اسباب بھی ہو سکتے ہیں، جو انسان کو مختلف احوال میں لاحق ہوتے رہتے ہیں، لیکن اگر انسان کو دنیاوی دھندے تو نہ بھولنے پائیں، مگر علم دین کے وہ مسائل جنہیں وہ جان چکا تھا، بھول پن کا شکار ہو جائیں تو یقینا یہ کسی گناہ کا ثمرۂ بد ہے جو اس سے صادر ہوا ہے۔ یہی نسیان کا روحانی سبب ہے، علم دین کی حفاظت گناہوں سے محفوظ ہونے میں ہے۔

علم خشیتِ الٰہی کا نام ہے:

''ليس العلم بكثرة الرواية ولكن العلم الخشية.''

''علم خشیت الٰہی کا نام ہے، نہ کہ کثرتِ روایات کا۔''

فائدہ: ایک صحابیِ رسول کی فراستِ ایمانی کا اندازہ لگائیے۔ خیر القرون میں رہتے ہوئے انہوں نے جس علمی فتنے کی نشاندہی فرمائی ہے، آج اُسے فتنہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔

علمِ دین کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ معرفتِ الٰہی حاصل ہو، اس معرفت کے نتیجے میں انسان کا رواں رواں خشیتِ الٰہی میں ڈوب کر سراپا اطاعت بن جائے۔ خشیت معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور معرفت علم سے، انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ معرفت سب سے مستند علم وحی سے براہِ راست حاصل ہوئی تھی، اس لیے ان میں خشیتِ الٰہی بھی بکمال پائی جاتی ہے۔ اس تعلق علم کی وجہ سے علماء کرام کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ عام لوگوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے ہوتے ہیں: ''إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ'' (فاطر:۸۲) ''اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔''

جو علم انسان کو خشیت سے دوچار کرنے کے بجائے محض جستجو کے لیے مہمیز کا کام دے، اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔ ایسا شخص قابلِ رحم ہے جس کی معلومات تو وسیع ہوں، مقالے، مضامین، علمی تحقیقات نوکِ قلم پر ہوں، ہر عہد کی کتابوں سے نام بہ نام واقفیت ہو، مگر دل خشیتِ الٰہی سے خالی ہو۔ ایک اضافی خوبی کے لیے حقیقی مقصد کو نظر انداز کر

دینا، پانی کی تلاش میں سراب کے پیچھے جان گنوانے کے مترادف ہے۔

علماء پر شہداء کا رشک:

"علیکم بالعلم قبل أن یرفع، ورفعه موت رواته، فو الذی نفسی بیده! لیودن رجال قتلوا فی سبیل اللّٰه شهداء أن یبعثهم اللّٰه علماء لما یرون من کرامتهم، فإن أحدا لم یولد عالما، وإنما العلم بالتعلم."

"علم کو اس کے اُٹھ جانے سے قبل ہی حاصل کرلو، اہلِ علم کا فوت ہو جانا ہی علم کا اُٹھ جانا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، قیامت کے دن اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہوئے شہید ہو جانے والے لوگ جب اپنی آنکھوں سے علماء کی قدر ومنزلت کا مشاہدہ کریں گے تو حسرت کریں گے کہ کاش! اللہ تعالیٰ انہیں بھی علماء کی صف میں اُٹھاتا، کوئی شخص بھی عالم بن کر پیدا نہیں ہوتا اور علم، علم حاصل کرنے سے آتا ہے۔"

فائدہ:

سلام کی سربلندی اور دفاعِ اُمت کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنا قابلِ قدر قربانی ہے، لیکن علماءِ حق کی قربانیاں اپنے پہلو میں "افضل الجہاد" کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس مقدس جماعت کے افرادِ اُمتِ مسلمہ کی ایمانی دولت کے محافظ بن کر پوری زندگی شیطانی قوتوں سے نبرد آزما رہتے ہیں۔ حق گو عالمِ دین دشمنوں کی بھیڑ میں رہ کر صبح وشام اپنی آرزوؤں کا خون کر کے گلستانِ اسلام کی آبیاری کرتا رہتا ہے۔ نیز جہاد انسانوں کے حق میں سراپا رحمت بننے کے لیے آئینِ شریعت کا محتاج ہے۔ گویا جہاد کی بقاء علمِ شریعت کی بقاء پر موقوف ہے، اس سے فضیلتِ علم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم عمل کے لیے اُترا ہے، نہ کہ محض پڑھنے کے لیے:

"أنزل القرآن لیعمل به فاتخذتم دراسته عملاً، وسیأتی قوم یثقفونه مثل القناة لیسوا بخیارکم. والعالم الذی لا یعمل کالمریض الذی یصف الدواء، وکالجائع الذی یصف لذائذ الأطعمة ولا یجدها، وفی مثله قوله تعالیٰ: [وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ]." (الأنبیاء: ۱۸)

"قرآن کریم عمل کی غرض سے نازل کیا گیا ہے، لیکن تم نے اس کے نازل ہونے کا مقصد محض پڑھانا سمجھ لیا ہے۔ عنقریب ایسے لوگ آ کر رہیں گے جو قرآن کریم کے الفاظ کو نیزے کی طرح سیدھا کرنے کو مقصدِ زندگی سمجھ لیں گے، ایسے لوگوں کا شمار تمہارے اچھے لوگوں میں نہیں ہوگا۔ جو صاحبِ علم اپنے علم پر عمل نہ کرے، اس کی مثال اس مریض کی طرح ہے جو مرض کی دوا بیان کرتا ہے، مگر خود اس سے شفا نہیں پاتا، یا اس بھوکے کی طرح ہے جو کھانوں کے ذائقے بیان کرتا ہے، مگر لذتِ دہن سے محروم رہتا ہے۔ ایسے بے عمل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم جو باتیں بناتے ہو وہ تمہارے لیے باعثِ خرابی ہیں۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بعض عارفین کا قول نقل کیا ہے کہ لوگ تجوید کے قواعد میں اس قدر منہمک ہوجاتے ہیں کہ قرآن کریم کی حقیقی روح ''خشیت'' پسِ پردہ چلی جاتی ہے۔ (الفوز الکبیر، ص: ۵۳)

اعترافِ جہالت:

"إن الذی یفتی الناس فی کل ما یستفتونهٗ لمجنون. وقال: جُنة العالم: "لا أدری"؛ فإن أخطأها فقد أصیبت مقاتله."(الاحیاء، ج: ۱، ص: ۱۹)

''جو شخص ہر سوال کا دھڑلے سے جواب دیتا چلا جائے وہ بے وقوف ہے۔ پھر فرمایا: عالم کی ڈھال یہ کلمہ ہے: ''مجھے معلوم نہیں۔'' پھر اگر کسی مسئلے سے ناواقف ہونے کے باوجود اعترافِ جہالت کرنے کی بجائے جواب دینے کی غلطی کر بیٹھا تو برباد ہوگیا۔''

فائدہ: کسی مسئلے کا جواب انتہائی سوچ سمجھ کر اور صورتِ مسئلہ کو جان کر دینا چاہیے۔ اس لیے محتاط اہلِ علم پیچیدہ مسائل کا جواب تحریری صورت میں دیتے ہیں، اس میں خطا کا امکان کم ہوتا ہے۔ مسئلے کا جواب کسی قاعدے اور نظیر کو سامنے رکھ کر دینے میں ٹھوکر لگتی ہے، اس لیے جب تک یقینی مسئلہ معلوم نہ ہو، جواب سے گریز کرنا چاہیے، اس سے اعتماد بھی بڑھ جاتا ہے۔

عالمِ دین مسلسل نماز میں ہوتا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''**لا یزال الفقیه یصلی**''۔ فقیہ ہمیشہ نماز میں ہوتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: کیسے؟ آپ نے فرمایا: ''**ذکر اللّٰه تعالٰی علٰی قلبهٖ ولسانهٖ**''۔ ''اس کا دل اور اس کی زبان ذکرِ الٰہی سے معطر رہتے ہیں۔''

فائدہ: یادِ الٰہی اور حضوری ایک والہانہ ڈھنگ ہے۔ دینی مسائل کا تکرار، استحضار بھی درحقیقت اللہ کی یاد ہے، اس لیے اسے نماز سے تشبیہ دی ہے کہ فقیہ ہمیشہ یادِ الٰہی میں مصروف رہتا ہے۔

Saleem&Company
SC
SINCE 1968
Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.
Manufacture of Quality Furniture, Government Contractors, Electronics & General Order Suppliers
سلیم اینڈ کمپنی
0302-8630028
061 -4552446 :فون نمبر
Email:saleemco1@gmail,com
بہار چوک معصوم شاہ روڈ ملتان

مولانا سفیان علی فاروقی

معیارِ انسانیت

قرآن پاک کے اولین مخاطب، اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے محافظ وخادم، "اُولٰئِکَ هُمُ الرَّشِدُوْنَ"، "اُولٰئِکَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ"، "اُولٰئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا"، اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ"، "رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ"، "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ". جیسی سینکڑوں آیات کے حقیقی مصداق، اُمت کے سب سے پہلے محسنین، اُمت اور نبوت کا درمیانی واسطہ، دین اسلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر باقی اُمت تک پہنچانے والے سچے اور ایماندار لوگ، عشقِ رسالت کی معراج، وفا اور صدق وصفا کے پیکر، یعنی قدسی صفات جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو اللہ تعالیٰ نے پوری اُمت کے لیے کامل نمونہ بنادیا۔

نماز کیسے پڑھیں؟ جیسے صحابہ کرامؓ نے پڑھ کر دکھلائی۔ حج کیسے کریں؟ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق صحابہ کرامؓ نے کیا۔ عشقِ رسالت کا معیار کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل۔ مسلمانوں کے آپسی تعلقات کیسے ہونے چاہئیں؟ جیسے صحابہ کرامؓ کے آپسی تعلقات تھے۔ کفار سے برتاؤ کیسے کریں؟ جیسے صحابہ کرامؓ نے حکم نبوی کے مطابق برتاؤ کیا۔ دین کی حفاظت کیسے کی جائے؟ جیسے صحابہ کرامؓ نے کی۔ اسلام کا تعلیمی وتدریسی منہج کیا ہے۔؟ جو صحابہ کرامؓ کا تھا۔ حکومت اور حکمرانی کا طرز کیا ہونا چاہیے؟ جو صحابہ کرامؓ کا تھا۔ جہاد کب، کہاں اور کیسے کیا جائے؟ جب جہاں اور جیسے صحابہ کرامؓ نے کیا۔

یعنی وہ نور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اقدس پر اُتارا گیا، اس نور کو صحابہ کرامؓ کے ذریعے پوری کائنات پر صدقہ کردیا گیا۔ علم کی خیرات صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں پوری اُمت میں بانٹی گئی۔ محبت ومودت کے زمزمے انہی کے ہاتھوں سے لٹائے گئے۔ انہی کے سینوں نے تیر کھا کر نبوت کا دفاع کیا۔ وہ نبوت کی آنکھیں جو دیدارِ الٰہی سے منور ہوئیں تو اُن مطہر آنکھوں کا دیدار انہی کے حصے میں آیا۔ نبوت سے لمعانیت (روشنی) لے کر پوری کائنات کو منور کرنا انہی کا خاصہ تھا۔ یہ تو ستارے تھے جنھوں نے اپنے چاند سے روشنی لے کر ظلمت کدۂ عالم میں ہدایت کی روشنیاں بکھیر دیں اوان کے حصے میں نبوت کی گواہی آئی۔

نبوت کے چلنے سے لے کر اندازِ تکلم، طرزِ تخاطب تک، عدالتی فیصلوں سے لے کر محبت کی ضیاء پاشیوں تک، عبادات او معاشرت سے لے کر معاملات کی باریکیوں تک، جہاد سے لے کر حکومت کی دقیقہ سنجیوں تک، علم کی شناوری سے لے کر عمل کی گہرائیوں تک، ہر چیز کی چشم دید گواہی بھی انہی کے حصے میں آئی۔

میں، میرے ماں باپ، میری آل واولاد قربان ان مقدس ہستیوں پر کہ جنھوں نے میری زبان اور میرے دل

کو کلمے سے بہرہ ور کرنے کے لیے اپنی جوانی کی حسین راتیں گھوڑوں کی پیٹھوں پر گزار دیں۔ اپنے حسین دن شدید گرمیوں کی سخت دوپہروں کی نذر کر دیئے۔ اپنی خواہشات کو تج دیا۔ اپنی دولت کو نبوت کے قدموں میں ڈھیر کر کے اپنے گھروں کو خدا کے سپرد کر دیا۔ پاؤں میں جوتا تک باقی نہیں رکھا، اپنے کاروبار، اپنی آل واولاد قربان کر دی۔ پھر کیوں نہ ان کے قدموں کا کھٹکا جنت میں سنائی دے، اُن کی مدحت کے ترانے سات آسمانوں پر لگائے جائیں، قانونِ قدرت سے جنت کی بشارتیں ملیں، نبوت کی مطہر زبان اُن کی تعظیم کے پروانے جاری کرے اور پھر کیوں نہ قرآن اُن کی مدحت سرائی کرے۔ قدسی صفات جماعت کے اوصافِ حمیدہ کو قرآن پاک نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

(1) کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہ" (آل عمران:۱۱۰)

مومنو! (اے صحابہ کرامؓ!) جتنی اُمتیں لوگوں میں ہوئی تم ان میں سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔''

(2) "وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا کُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا" (البقرة ۱۴۳)

''اس طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا، تاکہ تم (روزِ قیامت) اور لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخرالزمان صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ بنیں۔

(3) "وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللهِ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَ مْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْ بِکُمْ وَکَرَّهَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰئِکَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ (الحجرات: ۷)

''اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے پیغمبر ہیں، اگر بہت سی باتوں میں تمہارا کہا مان لیا کریں، تو تم مشکل میں پڑ جاؤ، لیکن خدا نے تمہارے لیے ایمان کو عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں کے فضل اور احسان سے اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والے ہیں اور حکمت والے ہیں۔''

(4) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَالَّذِیْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ" (الانفال: ۱۰)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، یہی لوگ سچے مسلمان ہیں، ان کے لیے (خدا کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے''۔

(5) "لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ کَانُوْٓا آبَاءَ

هُمْ أَوْ أَبْنَآءَ هُمْ أَوْعَشِيْرَتَهُمْ أُولٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ أُولٰئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (المجادلة : ۲۲)

''جولوگ خداپراورروز قیامت پرایمان رکھتے ہیں تم اُن کوخدااوررسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے، یہی وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں خدانے ایمان (پتھر کی لکیر کی طرح) تحریر کردیا ہے اور فیض بخشی سے ان کی مدد کی ہے اور اللہ ان کو ایسی بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، داخل کرے گا۔ یہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے، خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔

(6) "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" (الفتح: ۲۹)

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر ہیں اور جولوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحمدل۔''

(7) اَلصَّابِرِيْنَ وَالصَّادِقِيْنَ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ" (آل عمران :۱۷)

''یہ (صحابہؓ) صبر کرنے والے ہیں اور راست باز ہیں اور فروتنی کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور پچھلی رات میں گناہوں سے بخشش چاہنے والے ہیں۔''

(8) فَإِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ." (البقرة :۱۳۷)

''تواگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئے جس طرح تم ایمان لے آئے تو ہدایت یاب ہوجائیں گے اور اگر منہ پھیرلیں اور نہ مانیں تو وہ (گمراہی) میں ہیں۔''

آج کے اس نازک دور میں کہ جب ان عظیم ہستیوں کو متنازع بنا کر پوری اسلام کی عمارت گرانے کی ناکام اور مذموم سازشیں کی جارہی ہیں، ایسے وقت میں نہایت ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو پڑھا جائے، اُن کی قربانیوں سے عوام کو آگاہ کیا جائے، ان روشن ستاروں سے روشنی لے کر اپنی زندگی کو سنوارا جائے، اپنے معاملات اور معاشرت کو بہتر کیا جائے، اپنا طرز حکمرانی درست کیا جائے اور ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جو عہد نبوی کا پرتو ہو، کیونکہ وہ ایسا کامیاب اور کامران معاشرہ تھا کہ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ تاریخ انسانیت میں یہ بہت بڑا انقلاب تھا جو برپا ہو چکا تھا اور دنیا ششدر وحیران تھی۔

آج بھی ہمیں اپنے مذہبی وسیاسی، سماجی ومعاشرتی مسائل کے حل کے لیے شاگردانِ رسالت (رضی اللہ عنھم) کی لمعہ افروزیوں سے اپنے چمن پاکستان کو سجانا اور منور کرنا ہوگا، تاکہ ہمارا پیارا وطن پاکستان نا صرف اپنے مسائل سے نکلے، بلکہ پوری دنیا کی قیادت وسعادت کے منصبِ جلیلہ پر فائز ہو، جو کہ اس کی بنا کا اصل مقصد اور حقیقی خواب تھا۔

☆......☆......☆

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

وقت کی قدر دانی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو بہت سی نعمتیں اس کائنات میں دی ہیں، ان میں ایک بہت بڑی نعمت وقت ہے، انسان سمجھتا ہے کہ اس کی عمر بڑھ رہی ہے، اس کے اوقات بڑھ رہے ہیں: لیکن درحقیقت عمر گھٹتی جاتی ہے اور ہر لمحہ وقت کی متاعِ گراں مایہ اس کے ہاتھوں سے نکلتی جاتی ہے:

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے، لمحہ لمحہ، دم بہ دم

وقت کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کتنے ہی مقامات پر وقت کی قسم کھائی ہے، کبھی رات اور صبح کی قسم کھائی گئی، (اللیل:۱۔۲، مدثر:۳۳۔۳۴، تکویر:۱۷۔۱۸) کبھی رات کے ساتھ شفق کی قسم کھائی گئی، (انشقاق:۱۶۔۱۷) کبھی فجر اور اس کے ساتھ دس راتوں کی (الفجر:۱۔۲) کبھی دن کی روشنی اور رات کے چھا جانے کی (الضحیٰ:۱۔۲) اور کبھی خود زمانہ کی، (العصر:۱) دنوں کی آمد درفت اور سورج و چاند کے طلوع وغروب سے اوقات کا علم ہوتا ہے، قرآن مجید نے جا بجا اللہ کی نعمت کی حیثیت سے ان کا ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت میں انسان سے اس کی عمر کے بارے میں بھی سوال فرمائیں گے کہ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی، جس میں نصیحت حاصل کرنے والے لوگ نصیحت حاصل کر سکیں۔ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ (الفاطر:۳۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن آدمی سے کے اس بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس نے اپنی عمر کس کام میں گذاری اور اپنی جوانی کو کس مقصد میں صرف کیا؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں، جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکہ میں مبتلا ہیں، صحت اور فراغت وقت۔

سلف صالحین جنھوں نے اعلیٰ درجہ اور بلند قیمت علمی کام کئے ہیں، اپنے وقت کے ایک ایک لمحہ کو وصول کرتے تھے اور ایک منٹ کا ضائع ہونا بھی ان کو گوارا نہیں تھا، وہ آخر دم تک اپنے وقت کو مشغول رکھتے تھے، امام ابو یوسفؒ (۱۱۳۔۱۸۲ھ) اسلامی تاریخ کے پہلے قاضی القضاۃ ہیں، ان کے بارے میں اہل تذکرہ نے قاضی بن جراح سے نقل کیا ہے کہ وہ مرض وفات میں امام صاحب کی عیادت کے لیے پہنچے، آپ پر بے ہوشی طاری تھی، ابراہیم بیٹھے رہے، کچھ دیر میں ہوش آیا، امام صاحب نے پوچھا کہ حج میں جمرات کی رمی پیدل کرنا افضل ہے یا سواری پر؟ ابراہیم نے استاذ سے عرض کیا: اس حال میں بھی آپ فکر وتحقیق کو نہیں چھوڑتے، امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، ابراہیم نے کہا: سوار ہو کر رمی کرنا

افضل ہے، امام ابو یوسفؒ نے کہا: یہ غلط ہے، ابراہیم نے کہا پھر پیدل رمی کرنا افضل ہوگا، فرمایا: یہ بھی غلط ہے، ابراہیم نے عرض کیا: جو رائے صحیح ہو، اسے آپ ہی ارشاد فرمائیں، فرمایا: جس رمی کے بعد کوئی اور رمی ہو، اس کو پیدل کرنا افضل ہے، اور جس کے بعد کوئی اور رمی نہ ہو، اسے سوار ہوکر، ابراہیم وہاں سے اُٹھے اور امام صاحب کے گھر کے دروازہ ہی پر پہنچے تھے کہ اہل خانہ کے رونے کی آواز آئی، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ امام ابو یوسفؒ کا انتقال ہوگیا ہے۔ یہی امام ابو یوسفؒ ہیں، جن کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے سترہ ۱۷ رسال تک اپنے استاذ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں اس طرح شرکت کی کہ بھی فجر کی نماز فوت نہیں ہوئی، یہاں تک کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن بھی: بلکہ صاحبزادے کا انتقال ہوگیا تو تجہیز وتکفین کا انتظام اپنے اعزہ اور پڑوسیوں کے حوالہ کرکے حاضر ہوئے اور درس سے محرومی کو گوارا نہیں کیا۔ (مناقب مکی: ۱؍۴۷۲)

ایک بڑے محدث عبید بن یعیش گذرے ہیں جو امام بخاری اور امام مسلم کے اساتذہ میں ہیں، ان کے بارے میں حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے کہ تیس سال تک رات میں اپنے ہاتھ سے کھانا نہیں کھایا: بلکہ خود حدیث لکھنے میں مصروف رہتے اور بہن منہ میں لقمہ دیتی جاتی (سیر اعلام النبلاء: ۱۱؍۴۵۸) احمد بن یحییٰ شیبانی (۲۰۰۔۲۹۱ھ) عربی لغت، ادب، گرامر اور قراءت وغیرہ کے بڑے نامی گرامی آدمی تھے اور ثعلب کے نام سے مشہور تھے، ان کا حال یہ تھا کہ اگر دعوت دی جاتی تو داعی سے فرماتے کہ کھانے کے وقت ان کے لیے چمڑے کے تکیہ کی مقدار جگہ خالی رکھی جائے، جس میں وہ کتاب رکھ کر مطالعہ کریں (الحث علیٰ طلب العلم الخ للعسکری: ۷۷) امام ثعلب کا معمول تھا کہ راستہ چلتے بھی ہاتھ میں کتاب رہتی اور مطالعہ کرتے جاتے: چنانچہ اسی طرح چل رہے تھے کہ گھوڑے نے ٹکر دی، گڑھے میں گر پڑے اور ایسی چوٹ آئی کہ دوسرے ہی دن وفات ہوگئی۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان: ۱؍۱۰۴)

اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اہل علم نے اتنا عظیم تصنیفی اور تالیفی کام انجام دیا ہے کہ سن کر اور پڑھ کر حیرت ہوتی ہے اور آج ان کتابوں کو ایک شخص کا پڑھ لینا بھی دشوار ہے، ابن جریر طبریؒ نے اپنی عظیم الشان تفسیر ۳؍ہزار اوراق میں ۲۸۳ھ تا ۲۹۰ھ یعنی صرف سات سال کے عرصہ میں مکمل کی، پھر ایک تفصیلی تاریخ لکھنی شروع کی، جس سے ۳۰۳ھ میں فارغ ہوئے، یہ دونوں کتابیں تین تین ہزار گویا ۶؍ہزار صفحات پر مشتمل ہیں، طبری کی یہ تفسیر ۱۱ ضخیم جلدوں میں منظر عام پر آچکی ہے، بعض حضرات نے لکھا ہے کہ طبری کی تصنیفات کا حساب لگایا جائے تو یومیہ ۱۴؍ورق یعنی ۲۸؍صفحات کا اوسط ہوتا ہے۔

حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ انھوں نے جو روشنائی خریدی، اس کا حساب کیا گیا تو وہ سات سو درہم کی تھی، ابوریحان بیرونی کی وفات کے وقت اس زمانہ کے مشہور فقیہ ابوالحسن ولوالجی گئے، بیرونی نزع کی حالت میں تھے اور سینے میں گھٹن محسوس کررہے تھے، اس وقت علامہ ولوالجی سے ''جدات فاسدہ'' (نانی) کے حق میراث کا مسئلہ پوچھا، ولوالجی کو رحم آیا اور کہنے لگے: اس وقت بھی آپ کو یہ فکر پڑی ہے؟ بیرونی نے کہا: دنیا سے اس مسئلے سے واقف ہوکر جانا بہتر

ہے یا ناواقف ہوکر؟ ولوالجی نے مسئلہ کی وضاحت کردی اور واپس ہوئے، کچھ ہی دور آئے تھے کہ رونے دھونے کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ علامہ بیرونی کا انتقال ہوگیا ہے۔ وقت کی حفاظت کرنے والے بزرگوں میں علامہ ابن عقیلؒ بھی ہیں، جو بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی سب سے اہم کتاب ''الفنون'' ہے، جس کے بارے میں بعض دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس کی ۸۰۰رسو جلدیں تھیں، اس کا کچھ حصہ ڈاکٹر جارج مقدسی مستشرق نے دو جلدوں میں ۱۹۷۰ء میں شائع کیا ہے، امام ابن جوزیؒ تاریخ اسلام کے بڑے مصنفین میں ہیں، وہ ان لوگوں کو بہت ناپسند کرتے تھے، جو چاہتے کہ ان کے پاس ملاقاتیوں اور ہم نشینوں کی بھیڑ لگی رہے، خود بھی بے مقصد آنے والے سے بہت نالاں رہتے اور مجبوراً جن لوگوں سے ملاقات کرنی ہوتی، ان سے ملاقات کے اوقات کو اس طرح استعمال فرماتے کہ اس وقت حسبِ ضرورت کاغذ کاٹتے جاتے، قلم تراش لیتے اور لکھے ہوئے اوراق باندھ لیتے، اس کا نتیجہ تھا کہ بقول حافظ ابن رجبؒ شاید ہی کوئی فن ہو، جس میں ابن جوزیؒ کی کوئی کتاب نہ ہو، ابن جوزیؒ کی تصنیفات پانچ سو سے اوپر ہیں اور ان میں سے بعض بیس جلدوں اور بعض ۱۰رجلدوں پر مشتمل ہیں، ابن جوزیؒ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے جن قلموں سے حدیثیں تحریر کی تھیں، ان کے ڈھیر سارے تراشے جمع ہوگئے تھے، انھوں نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرے غسل کا پانی اسی سے گرم کیا جائے: چنانچہ پانی گرم کرنے کے بعد بھی قلم کے تراشے بچ رہے۔

مشہور مفسر اور صاحب نظر امام رازیؒ کھانے کے وقت پر بھی افسوس کا اظہار کرتے کہ اس وقت علمی مشغلہ فوت ہوجاتا ہے، مشہور محدث علامہ منذریؒ کے صاحبزادے رشید الدین (م:۶۴۳) کا انتقال ہوگیا، جوان کو بہت محبوب تھے، تو اپنے جواں مرگ بیٹے کی نماز جنازہ خود پڑھائی، مدرسہ کے دروزاہ تک جنازہ کے ساتھ خود چلے اور وہاں سے اللہ کے حوالہ کرکے اپنے معمولات میں مشغول ہوگئے، امام نوویؒ جیسے محدث اور صاحب علم سے کون ناواقف ہوگا، راستہ چلتے ہوئے بھی علمی مذاکرہ میں اپنا وقت گذارتے، اس کا نتیجہ ہے کہ صرف ۴۵رسال کی عمر پائی: لیکن ہزار ہا صفحات ان کے قلم سے آج بھی محفوظ ہیں، جو اہل علم کے لیے حرز جاں ہیں۔

ابن النفیس میڈیکل سائنس کی یادگار شخصیتوں میں ہیں، جسم میں دوران خون کا نظام سب سے پہلے آپ ہی نے دریافت کیا، طب میں آپ کی کتاب ''الشامل'' تقریباً ۳۰رجلدوں میں ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ کا حال یہ تھا کہ سفر وحضر اور صحت وبیماری کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیتے، ان کے شاگرد ابن قیمؒ نے ان کی تصنیفات کی تعداد پر جو رسالہ لکھا ہے، وہ خود ۲۲رصفحات کا ہے، اخیر دور کے اہل علم میں علامہ شوکانیؒ کا حال یہ تھا کہ روزانہ دس اسباق پڑھاتے، فتاویٰ بھی لکھتے، فریضۂ قضاء بھی انجام دیتے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک سو چودہ اہم تصنیفات آپ کی یادگار ہیں، علامہ شہاب الدین آلوسیؒ (۱۲۱۷۔۱۲۷۰ھ) کا حال یہ تھا کہ روزانہ چوبیس اسباق پڑھانے، افتاء کا کام بھی کرتے اور اس کے ساتھ انھوں نے روح المعانی کے نام سے ایسی عظیم الشان اور مبسوط تفسیر لکھی ہے، جس کی پورے عالم اسلام نے داو دی ہے۔ ہندوستان کے

علماء میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے صرف ۳۹ رسال کی عمر پائی: لیکن ان کی تصانیف ۱۱۰ رسے بھی زیادہ ہیں اور ہر کتاب گویا اپنے موضوع پر حرف آخر ہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتابوں اور رسائل کی تعداد ہزار کے قریب ہے، مولانا عبدالحی حسنیؒ نے الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، مولانا حبیب الرحمان شیروانی نے علماء سلف اور مشہور محقق شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے اپنی نہایت اہم اور فاضلانہ تصنیف ''قیمۃ الزمن عندالعلماء'' میں سلف صالحین کے ایسے کتنے ہی واقعات لکھے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ سب کی قدر جاننے اوراس کی قیمت پہچاننے کا نتیجہ ہے، جولوگ وقت کوستی اور بے قیمت شئے سمجھتے ہیں اوراس کی قدردانی نہیں کرتے، وہ زندگی میں کوئی بڑا کام نہیں کرسکتے، اسلام نے وقت کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے تمام عبادات کووقت سے جوڑ رکھا ہے، نمازوں کے اوقات مقرر ہیں، روزہ متعین وقت سے شروع ہوتا ہے اور متعین وقت پر ختم ہوتا ہے، حج کے افعال بھی متعین ایام واوقات میں انجام دیئے جاتے ہیں، قربانی بھی متعین دنوں میں ہوتی ہے، زکوٰۃ میں بھی مال پر ایک سال گذرنے کا وقت مقرر کیا گیا ہے اور شریعت میں کتنے ہی احکام ہیں، جو وقت سے مربوط ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اُمت اپنے وقت کو جس قدر ضائع کرتی ہے اوراس کو جتنا بے قیمت سمجھتی ہے، شاید ہی اس کی کوئی مثال مل سکے، مسلمان نو جوانوں کی یارباشی، ہوٹل بازی اور بے مقصد سیر وتفریح ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ بلکہ ضرب المثل بنتی جارہی ہے۔ شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات میں جس بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ اوقات ضائع کئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ دینی جلسوں اور اجتماعات میں بھی اوقات کی پابندی کے معاملہ میں جو بے احتیاطی روا رکھی جاتی ہے، وہ کس قدر افسوس ناک ہے!

آیئے! ہم عزم مصمم کریں کہ وقت کی پوری قدر دانی کریں گے۔ اور اپنے ایک ایک لمحہ کو ضائع ہونے سے بچائیں گے، اگر ہم سب اس کا عزم کریں اور اپنے آپ کو اس پر قائم رکھیں تو کون ہے جو اس اُمت مرحومہ کی سربلندی کو روک سکے؟

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

مفکر احرار چوہدری افضل حق رحمہ اللہ (بارہویں قسط)

تاریخ احرار

قومیں نہیں ہارا کرتیں:

جیلوں میں بند ہو کر کیا ہم ہار گئے بے شک افراد ہار جاتے ہیں۔ قومیں جلدی نہیں ہارا کرتیں ہاں مٹ جاتی ہیں۔ مناسب لیڈر شپ، دل لگتا پروگرام، قوم کی زندگی کا سامان ہے۔ ہم نظر بند ہو گئے ہیں، نہ ہم ہارے نہ مسلمان ہارے۔ کشمیر میں ہماری جنگ کی نوعیت کیا تھی؟ قابو یافتہ امراء طبقے اور اس کے ایجنٹوں سے غریبوں کی گلوخلاصی ہم نے ہندو مسلمان کے امتیاز کو نگاہ میں نہیں رکھا۔ لیکن ہندو کشمیر میں چند وجوہات سے اپنے آپ کو مسلمان سے برتر سمجھتا ہے۔ راجپوتوں کا طبقہ ہے جو خون اور نسل کے اعتبار سے اپنے آپ کو حاکم گروہ تصور کرتا ہے دوسرا عام ہندو جو مسلمان سے چھوت کرنے کے باعث اپنے آپ کو فائق قیاس کرتا ہے۔ اس لیے ہم نے تو اپنی طرف سے غریب عوام کے لیے جنگ لڑی ہے۔ لیکن ریاست کا ہندو اپنے آپ کو عوام میں سے نہیں سمجھتا۔ بلکہ حاکم گروہ کا جز و قیاس کرتا ہے۔ اس لیے جب تک ہندو کے ذہن میں ایک بنیادی انقلاب نہ آ جائے، تب تک ریاست کشمیر میں عوام کا مسئلہ اور غریب کا سوال ہے۔ اگر چہ جوش و سرگرمی میں ہندو کیا نیشنلسٹ مسلمان نے بھی ہم کو فرقہ پرست کہہ دیا۔ ہم خوش ہیں کہ کشمیر میں حقیقی مسئلہ ہی مسلمان کا ہے صرف وہ ہی مخاطب ہونے کا مستحق ہے۔ وہاں غریب ہندو اس مزاج کا ہے کہ وہ مسلمان کو دبائے رکھنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ پس یہ دو ذہن ایک تحریک میں منسلک نہیں ہو سکتے۔ خصوصاً جب احرار آواز بلند کریں گے تو ہندو گھبرا جائے گا۔ اس لیے نہیں کہ احرار ہندو عوام کے دشمن ہیں بلکہ اس لیے کہ ہم ہر طبقاتی ذہن کے مخالف ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے ہندو غریب بھی مسلمان سے اچھوت کا سا برتاؤ کر کے ایک برتری کا ذہن پیدا کر چکا ہے احرار عوام کے اس ذہن کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں۔

تاریخ عالم میں ایک اناریہ قوم ہے جس کو آریہ قوم کے ہاتھوں ہار ہوگئی۔ اناریہ یعنی اچھوتوں پر دو طرح سے حملہ ہوا ایک تو آریاؤں نے قوت بازو سے انھیں مغلوب کیا، پھر مذہب کے ذریعے ان پر اپنی قومیت کو قائم کیا۔ ان کو یقین دلایا گیا کہ تم اپنے کرموں کے پھل کے باعث اچھوت ہو، بجز رذیل پیشوں پر قانع رہنے کے تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں۔ پس دنیا میں سوائے ہندوستان کے اچھوتوں کے کوئی قوم شکست پر راضی نہیں ہوتی۔ مسلمانوں پر مدت سے اچھوتوں کا سا سلوک جاری ہے۔ مگر مسلمانوں نے باوجود اقتصادی بدحالی کے ابھی ہار نہیں مانی۔ اگر چہ خود مسلمانوں کے اندر ذات پات کے پجاری پیدا ہو گئے ہیں اور سادات نے برہمنوں کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ پھر بھی نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے صدقے عوام کا بیشتر حصہ اخوت و مساوات کا دل دادہ ہے۔ ہندوؤں کی نادانستہ یا دانستہ کوششوں کے باوجود اچھوت کی زندگی بسر کرنے پر راضی نہیں ہوا۔

بعض آزاد خیال مسلمان قدرتی طور پر متوقع ہیں کہ غریب ہندو اور غریب مسلمان مل کر احرار کی وساطت سے

آزادی وطن کے کام میں لگ جائیں۔ مگر وہ احرار کی ابتدائی مشکل کو نظر انداز کر جاتے ہیں کہ ہندو عوام مسلمانوں کو اچھوت سمجھتے ہیں۔ کھتری اور مہتری کے موجودہ ذہن کی موجودگی میں اتحادِ عمل کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ ہندوستان میں کسی مشترکہ پلیٹ فارم نہ ہونے کی ساری ذمہ داری ہندوؤں کے اس افسوس ناک ذہن پر ہے جس کو وہ ہزاروں سال سے کمال احتیاط سے پرورش کر رہا ہے پس کشمیر میں ہماری جنگ کی نوعیت زبردستوں سے زیر دستوں کی گلوخلاصی تھی۔ مگر وہاں کا ہندو غریبوں کا حامی ہونے کے بجائے حکام کا ساتھی تھا اس لیے وہ ہمارا مخاطب نہ تھا۔

جیل میں چلے جانے سے صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ ہم پسپا ہونے پر مجبور ہوئے۔ ابھی ہم برٹش امپیریلزم کی ٹکر کے نہیں مگر ہم نے شکست قبول نہیں کی۔ حالیہ واقعات ثابت کریں گے کہ احرار نہ ہندوستان میں اچھوت رہنے پر قانع ہیں نہ امراء اور امپیریلزم سے شکست قبول کرنے والے ہیں۔ غلامی کا درجہ بھی بُرا ہے مگر اچھوت بن کر بسر کرنا اور بھی بُرا ہے۔ احرار امپیریلزم اور امراء کے اس لیے دشمن ہیں کہ یہ انسانوں کو غلام رکھنے کے ذمہ دار ہیں۔ احرار ہندوؤں کے دشمن نہیں بلکہ ان کے اس ذہن کے دشمن ہیں جس کے باعث وہ انسانوں کو غلاموں سے بھی بدتر درجہ قبول کرنے یعنی اچھوت رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ قومیں اچھوت بن کر ہار جاتی ہیں۔ الحمدللہ احرار نے اس رمز کو سمجھ لیا ہے۔ ہندوستان میں اب وہ شکست قبول نہیں کر سکتے۔ ہر وہ غریب خواہ ہندو ہو یا مسلمان، جس کی آرزوئیں دوسروں کو دست نگر بنانے کی ہوں وہ ہمارا نہیں۔ جو دوسرے انسان کو حقیر دیکھنا پسند کرتا ہے، ہم اس کے دشمن ہیں۔ خدا ایسی دشمنی میں ہمیں مضبوط رکھے۔

شکوہ و شکریہ

کانگریس کی تاریخ میں ''بارولی'' کے ایثار اور احرار کی تاریخ میں سیالکوٹ کی قربانی کا درجہ ایک ہے، حق یہ ہے کہ بعض پہلوؤں سے سیال کوٹ کو فوقیت حاصل ہے، سیال کوٹ کی سرزمین نیکی اور قربانی کا خواہ کتنا شاداب خطہ ہو مگر بارولی کی طرح سارے ہندوستان کی متحدہ قوت اس کی پشت پر نہ تھی۔ سیالکوٹ نے مظلوموں کی جنگ لڑی مگر اپنی سعی و ہمت سے اگر بارولی کی عورتوں نے ایثار کی مثال قائم کی تو سیالکوٹ کی عورتیں کم مصیبتوں سے نہیں گزریں۔ قربانی کے وقت جن کا رنگ سرخ شادمانی سے دمکتا رہا وہ سیالکوٹ کے مسلمان تھے۔ اس ضلع کی سرداری تھی، مگر دوسرے شہروں نے بھی ایثار اور ہمت کا اچھا نمونہ پیش کیا۔ اضلاع امرتسر، لاہور، گجرات، گوجرانوالہ، جہلم، جالندھر، لائل پور، ملتان، لدھیانہ، راولپنڈی، ہوشیار پور، چنیوٹ، انبالہ، وزیر آباد، یوپی، سندھ، بنگال، بمبئی، اجمیر کے صوبہ جات سے رضا کار آئے۔ سب شکریہ کے مستحق ہیں قوم کی قدر قربانی کے جذبہ پر منحصر ہے، بڑھ کر مرنے والی قومیں زندہ رہتی ہیں۔ جان بچانے والے لوگ مارے جاتے ہیں۔ احرار کی کشمیر میں یلغار نے مسلمانوں میں زندگی کے نشانات کو نمایاں کر دیا۔ اور ان کا سر فخر سے اونچا ہو گیا۔

پنجاب میں اس وقت تین روزنامے تھے ''زمیندار'' ''انقلاب'' اور ''سیاست''۔ ''سیاست'' کی روش کھلے مخالف کی تھی جس کا افسوس نہ تھا۔ ''زمیندار'' احرار کا اخبار سمجھا جاتا تھا مگر اس کے باعث بے حد پریشانی اٹھانا پڑی۔ اس نے دوستی کے پردے میں دشمنی کی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ خدا جزائے نیک دے ''انقلاب'' کو کہ اس نے دیانت

داری کے سارے تقاضوں کو پورا کیا اور ساری تحریک میں اپنے انداز اور پالیسی کے پیش نظر ایک ہی روش کو قائم رکھا۔

مسلمان کانگرسی کارکنوں میں سے وہ طبقۂ اولیٰ جو کبھی ہماری سرداری کا دعویدار تھا، اس تحریک کشمیر میں ہماری اعلانیہ مخالفت کرتا تھا۔ یہی طبقہ پھر شہید گنج کی شورش کا باعث ہوا۔ خدا دوستوں کو اجرِ عظیم دے اور آئندہ کام کی ہمت بخشے تا کہ وہ مجلس احرار کے نظام کو ہر قریہ میں پھیلائیں۔ خدا دشمنوں کو ہدایت دے کہ وہ اس غریب جماعت کو پریشان کرنے سے باز رہیں۔

کمیونل ایوارڈ ۱۹۳۲ء

جیل کی دلچسپیوں اور اداسیوں کے ذکر کو افراد کے قلب کی واردات سمجھ کر ناموزوں خیال کرتا ہوں ہاں بڑے ہی قابلِ ذکر تاریخی حوادث اس زمانہ میں رونما ہوئے جن سے آئندہ سیاسیات پر گہرا اثر پڑا، بیان کرتا ہوں۔

ایک دن ملتان جیل میں صبح سویرے جو اٹھے دیکھا کہ ہر ہندو سکھ سیاسی قیدی کا چہرہ اداس ہے۔ جو جیل کا ہندو افسر آیا وہ بھی پژمردہ۔ الٰہی کیا بیت گئی کہ نصیب دشمناں ان دوستوں کا رنگ رخ یوں اڑا اڑا سا نظر آتا ہے۔ ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ بھئی خیریت تو ہے کہا کہ پنجاب، بنگال، سندھ اور سرحد میں اسلام راج کا اعلان ہو گیا۔ اصرار اور تکرار سے پوچھا تو پتہ چلا کہ آج رامزے میکڈانلڈ وزیر اعظم انگلستان نے بندر بانٹ کر دی ہے۔ سب کچھ اپنے پاس رکھ کر کمیونل ایوارڈ کے ذریعہ کچھ صوبوں کو عنایت فرمایا ہے، جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت کو قائم کیا۔ البتہ بنگال میں توازن انگریزوں کے ہاتھ میں دے دیا۔ مدت سے ہندو کوشاں تھے کہ اکثریت کے صوبوں میں بھی مسلمان اقلیت میں رکھے جائیں۔

کئی سال سے ہندو مسلمانوں میں یہی نزاع تھی۔ ہندو نہ سندھ اور سرحد میں آئینی حکومت چاہتے تھے اور نہ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت پسند کرتے تھے۔ باہم مل کر یہ گتھی نہ سلجھ سکی تو راؤنڈ ٹیبل کانفرنس منعقدہ لندن میں رامزے میکڈانلڈ کو ثالث ٹھہرا گیا۔ اس ثالثی پر ہندو مسلمان سکھ سب متفق تھے سب کو یقین تھا کہ فیصلہ ان کے حق میں ہوگا۔ سکھوں نے اپنے بڑھے ہوئے مطالبات کے باعث رامزے میکڈانلڈ سے ''دلچسپ قوم'' کا لقب پایا۔ ہندو سکھ تو بڑی امید لے کر لوٹے تھے کہ پانسہ ماریں گے مگر ترازو کا جھکاؤ ذرا مسلمانوں کی طرف ہو گیا۔ وہم نے زور کیا تخیل کی پرواز نے اسلامی راج کی صورت پیش کی، ڈرے کہ اب دھوتی چوٹی کی خیر نہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ اچھے برے دونوں قسم کے حملہ آوروں کی داستان ہے مگر انگریزی مصلحت نے مسلمانوں کی تاریخی برائیوں کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کر کے ہندو کو مسلمان سے خوفزدہ کر رکھا تھا۔ اب جو انہیں مسلم راج نظر آیا تو خواب پریشان ہونے لگے۔ سکھوں کی دلچسپ قوم نے دلچسپ طرزِ عمل اختیار کیا یعنی گرو گرنتھ کے سامنے حلف لیا کہ ہم کمیونل ایوارڈ کو ہرگز قبول نہ کریں گے۔ اس پر بس نہ کی ہر جلسہ میں خون کی ندیاں بہا دینے کی دھمکیاں دینے لگے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی پراگندگی اور سیاسی حماقت سے فائدہ اٹھا کر سکھ جو چند دن پنجاب میں وحشت اور دہشت پھیلانے کا سکھ راج نام دے چکے ہیں، انھیں اب بھی برابر یہی گھمنڈ ہے کہ مسلمانوں کو دبا لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ ادھر مسلمان عوام پر خود غرض اور جاہل امراء سوار ہیں وہ قوم کو ہوش ہی نہیں آنے دیتے۔ ان کو منظم کر کے خطرے کا

مقابلہ کرنا تو درکنار انھیں تو یہ خوف کھائے جاتا ہے کہ نچلے طبقے کے مسلمان کہیں برابری کا دعویٰ نہ کر بیٹھیں۔ مسلمانوں کے کسی گاؤں میں جا کر دیکھو اونچے طبقے کا مسلمان نچلے طبقے پر کس طرح ظلم توڑ رہا ہے۔ ادھر مسلمان امراء اُدھر سکھ اور ہندو ساہوکاروں نے مل کر پنجاب میں عام مسلمانوں کو بے حال کر رکھا ہے۔ جب سکھ مسلمانوں کو دھمکاتے ہیں تو تمام ہندو پریس اور ہندو سیاسیین شہ دیتے ہیں۔ اس طرح پنجاب میں بھاری پیمانے پر سول وار کو قریب لا رہے ہیں۔ مسلمان ہر چند اپنے ہی امراء کے مارے ہوئے ہیں، تاہم سکھوں کی آئے دن کی دھمکیوں سے جز بز ہوتے ہیں۔ شاید وہ زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکیں۔ ان دھمکیوں کا بڑا مرکز امرتسر تھا۔ امرتسر ہی میں ان کے مقابلے میں مجلس احرار نے سکھوں کی دھمکیوں کا جواب دینے کے لیے عیدگاہ میں کامیاب اجتماع کیا، کہتے ہیں کہ امرتسر میں اس سے بڑا اجتماع کبھی نہ ہوا تھا۔

خدا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قوتِ بیانیہ میں اور برکت دے جیل سے رہا ہوتے ہی سکھوں کی خون بہانے کی دھمکیوں کے جواب میں کیا عمدہ بات کہی۔ کہ عبرت آج حیران ہو کر ہر نوجوان مسلمان کے منہ کو دیکھتی ہے کہ تم ہی ہو اس قوم کے بے خبر فرزند؟ جس کو انگلیوں پر گنے جانے والے لوگ خون کی ندیاں بہانے سے ڈراتے ہیں؟ قوم مسلم کے بے خبر نوجوانو! ہوش سنبھالو سکھوں سے کہو کہ ہمیں اپنی پایاب ندیوں سے نہ ڈراؤ۔ ہم تو خون کے قلزم میں گھوڑے دوڑانے کے عادی ہیں۔

شاہ صاحب نے تمام پنجاب میں دورہ کر کے مسلمانوں کو حالات سے خبردار کیا، بارے سکھوں کا بخار اتر گیا۔ دھمکیاں دینے کا ہذیان کم ہوا اب گروگرنتھ صاحب کے سامنے حلف کے ایفاء کا وقت آیا تو سکھوں میں ایک ایک سیٹ پر جان توڑ لڑائی ہوئی۔ کسی ووٹر نے بھی اسمبلی کے بائیکاٹ کے عہد کو نبھانے کی کوشش نہ کی۔ مسلم عوام ہر چند غیر منظّم ہیں لیکن وہ دوسری قوموں سے زیادہ مذہب کی پاسداری کرتے ہیں۔ اگر انھیں نظام میں شامل ہو کر زندہ رہنے کا شعور آ جائے تو دنیا کی کوئی قوم ان کا کیا مقابلہ کرے گی؟

ایک وقت تھا جب جوشِ جوانی میری عقلِ سلیم سے دو چار قدم آگے چلتا تھا۔ اور میں دماغ کے بجائے دل سے سوچا کرتا تھا۔ میں کانگرسی مسلمان کی طرح صرف مسلمان ہی کو ہندوستان کی غلامی کا باعث قرار دیتا تھا۔ لیکن ہندوؤں کے نفرت زا سلوک یعنی چھوت کا مجھ پر گہرا اثر تھا۔ اس لیے حب الوطنی کا جوش کبھی ذرا تھمتا تو کبھی کبھی خیال بھی آتا کہ مسلمان بھی آخر انسان ہے۔ ہندو کے موجودہ سلوک کی موجودگی میں مسلمان سے اتحاد کی خواہش امرِ محال ہے۔ چند مسلمان تو تعاون کے لیے مل سکتے ہیں مگر قوموں کے درمیان چھوت نے ایسا پاٹ ڈال رکھا ہے جس کا پر کرنا آسان نہیں۔

کشمیر کے لیڈروں سے تعلقات

فطرت کی شرافت انسان کی خواہشِ آزادی سے جانچی جاتی ہے۔ کشمیر کے محترم لیڈر ایک عارضی غلط فہمی میں مبتلا ہو کر کامل آزادی کی آرزو سے محروم رہے۔ مگر وہ بھی جب جیل سے باہر آئے تو فطرت سعید کے تقاضوں سے مجبور ہو کر اسی عنوان سے جدوجہد شروع کرنے لگے جس کے لیے ہم ان پر پہلے زور دیتے تھے۔ جیلوں میں جا کر ان کی روحوں نے آزادی کا نیا پیام پایا اور آتے ہی ریاست میں ذمہ دار حکومت کا مطالبہ کیا۔ اس طرح احرار اور کشمیر کی غریب

آبادی کے یہ جانباز سردار اپنی آرزوؤں میں ہم آہنگ ہو گئے۔ ہمیں ابتدا میں یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ کشمیر کے لیڈر ہماری مزید امداد کو شبہ کی نظر سے دیکھیں گے۔ انھوں نے ہماری امداد کو اپنے اثر ورسوخ کی کمی کا باعث سمجھا۔ سب سے اہم یہ کہ کشمیر کے محترم لیڈروں کا اس وقت جب احرار کشمیر کی سیاسی تحریک کی رہنمائی کر رہے تھے۔ احرار کے ساتھ سیاسی نصب العین میں ہم آہنگ نہ ہونا عوام نے بری طرح محسوس کیا۔ جس کا گہرا اثر جماعت کے افراد پر پڑا۔ بظاہر آئندہ کے اتحادِ عمل میں دشواریاں پیدا ہوگئیں۔ احرار کو اس سے زیادہ کوئی اور خوشی نہیں کہ کشمیر کی مظلوم آبادی کو آزادی ملے۔ خواہ کسی کے ہاتھ سے ملے۔ لیکن یہ احساس ضرور ہے کہ کشمیر کے قابل عزت کارکنوں اور ہندوستان کے احرار میں پوری پوری یک جہتی نہیں ہوئی۔ ایسا ممکن نہ ہو سکا کہ جو آواز کشمیر سے اٹھے اس کی صدائے بازگشت ہندوستان میں سنی جائے یا جو صدا ہندوستان کے احرار اٹھائیں اس کی گونج کشمیر کی وادی میں بلند ہو۔ تاہم دونوں طرف سے یہ کوشش جاری ہے کہ شریفانہ تعلقات میں کمی نہ آئے۔

دنیائے اسلام کی سب سے بڑی بدبختی مسلمانوں کا قبائل اور خطوں میں تقسیم ہونا ہے۔ جس کا نتیجہ ہر خطے اور قبیلے کی کمزوری اور بے بسی ہے۔ یورپ نے پانچ صدیوں کی متواتر کوششوں کے بعد اسلام میں لامرکزیت قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اس کامیابی کا سہرا زیادہ تر انگلستان کے سر ہے جس کی رہنمائی میں اسلامی ممالک خوانِ یغما کی طرح فرانس، اٹلی اور انگلستان میں بٹ گئے۔ شیرِ برطانیہ نے اس بانٹ میں سب سے بڑا حصہ پایا۔ آج اسلامی ممالک کے اجزاء ایک دوسرے سے علیحدہ اور آزاد ہیں۔ دو کروڑ کی آبادی کے ممالک سے لے کر ۱۵، ۱۵ ہزار کے قبائل پر شاہ اور شیخ مسلط ہیں۔ اور یہ اسلامی شاہ اور شیخ، شطرنج کے شاہ کی طرح انگریز اور یورپی پیادوں کے آگے بھاگتے ہیں۔ اور زچ ہو ہو کر مات کھاتے ہیں مگر ہر روز جوتے کھانے کے باوجود ہوش نہیں آتا کہ آ مل کر ایک اسلامی فیڈریشن بنالیں۔ مگر انھیں یہ خیال کیوں آئے اگر وہ یورپ سے جوتے کھاتے ہیں تو اپنے ہم مذہب غریب بھائیوں کو لوٹ لوٹ کر کھاتے ہیں اور انھیں اپنے جوتے تلے دباتے ہیں۔ بڑے بڑے شیوخ اور چھوٹے چھوٹے سلاطین کو یہ زندگی پسند آ چکی ہے۔ اسلام کے حقیقی انقلابی پیغام کی ان کی نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں۔ امتیازی زندگی انھیں حاصل ہے وہ اس پر قانع ہیں غریب مسلمان بھاڑ میں جائیں ان کی تو مزے میں گزرتی ہے۔

ہندوستان کے احرار باوجود ہندو کی تنگ دلی کے آزادیٔ وطن کے ان تھک سپاہی اور بلا رعایتِ مذہب سب کے خادم ہیں۔ لیکن بحیثیتِ مسلمان کے ان کی یہ خواہش ہے کہ ہندوستان کے ہر حصے کے غریب مسلمان ایک لڑی میں پروئے رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ موجودہ حال کی طرح وہ ہمیشہ اسی طرح بے حیثیت گروہوں میں منقسم رہیں۔ نہ اپنے لیے مفید نہ ملک اور انسانیت کے لیے فائدہ رساں۔ تحریک کشمیر میں ہمارا حصہ اس خواہش کا ظہار بھی تھا کہ غریب عوام کی خدمت کے ساتھ یہ بات بھی ظاہر ہو جائے کہ مظلوم اور غریب مسلمان بے یار و مددگار نہیں۔ ملکی اور صوبائی علیحدگی اور حد بندی کو ہم قبول نہیں کرتے۔ اس زمانہ میں صوبہ جات کی آزادی نے مسلمانوں میں صوبجاتی تعصب زیادہ کر دیا

ہے۔ اور ہر صوبہ چند خود غرض نام نہاد لیڈروں کی آرزوؤں کے مطابق کام کر رہا ہے۔ یہ لیڈر چوں کہ طبقۂ اولیٰ سے متعلق ہیں، غریبوں کی خواہشات سے الگ ان کے اغراض ہیں۔ اس لیے ہر صوبے کے مسلمان الگ الگ زاویۂ نگاہ کے مطابق تربیت پارہے ہیں۔ ہندوستان میں غریب مسلمانوں کی یہ گروہ بندیاں صرف چند امراء کی خدمت کے کام آئیں گی۔ جس طرح افریقہ اور ایشیا کے قبائل اور ملک شاہ و شیوخ میں تقسیم ہو کر برباد ہو رہے ہیں، اسی طرح ہندوستان کے صوبے الگ الگ ہو کر پامال ہوں گے۔

الحمد اللہ احرار ان تحریکات سے بیزار ہیں۔ صوبائی تعصّبات کو پیدا کرنا اسلام کے اعضاء کو کاٹ کر الگ کرنا ہے۔ مصر، ترکی، عرب، ایران، مراکش اور افغانستان نے الگ الگ رہ کر کیا فائدہ اٹھایا جو ہم ہندوستان میں اٹھائیں گے۔ کیا یہ ممالک کسی بڑی یورپی سلطنت سے الگ الگ رہ کر دو دن بھی ٹکر لے سکتے ہیں؟ ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد چن کر امراء نے مسلمانوں کی عام قوتوں کو برباد کر رکھا ہے۔ ہم مسلمانوں کی موجودہ پریشان حالی کا باعث شیوخ، سلاطین اور امراء کو سمجھتے ہیں۔ غریب مسلمان اب بھی دنیا کی عظیم قوت بن سکتے ہیں بشرطیکہ ان کے سر سے امراء، شیوخ اور سلاطین کا منحوس سایہ اٹھ جائے۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ کشمیر کی لیڈر شپ احرار کی طرح غریبوں کے ہاتھ میں ہے۔ جس طرح وہ ٹھوکر کھا کر ذمہ دار حکومت کو کشمیر کا سیاسی نصیب العین قرار دینے پر مجبور ہو گئے تھے، اسی طرح ایک دن احرار کے ساتھ گہرے قلبی تعلقات قائم کرنے کو ضروری سمجھیں گے۔ کیونکہ ان کے اور احرار کے ذہن میں تفاوت نہیں، عوام کی حکومت قائم کرنا دونوں کا نصب العین ہے۔ انھیں جاگیرداروں بڑے بڑے سرداروں کا خوب تجربہ ہے۔ احرار کے افراد کو گزشتہ باتیں بھول کر بطور غریب لیڈروں کے ان کی قدر کرنی چاہیے۔ جہاں تک ہو سکے ان کی عزت افزائی کرنی چاہیے۔ یاد رکھو جو غریب لیڈر آپس میں رواداری اور محبت نہ رکھیں گے، ہمیشہ امیروں کے ایجنٹ بن کر رہیں گے اور سرمایہ داروں کو گردن پر سوار رہنے کا موقع دیں گے۔ (جاری ہے)

ضروری اعلان

ماہنامہ ''نقیبِ ختم نبوت'' ملتان نے قائد احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے خصوصی اشاعت کا اہتمام کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تمام کارکنان احرار، مجاہدین ختم نبوت سمیت جملہ معتقدین و متوسلین سے گزارش ہے کہ جلد از جلد اپنے مضامین، حضرت پیر جی سے خط کتابت ہو تو وہ اور منظوم خراج عقیدت، دفتر ماہنامہ نقیب ختم نبوت، دار بنی ہاشم ملتان کے پتہ پر ارسال کریں۔

یوٹیوب چینل پر بیانات وغیرہ اَپ لوڈ کرنا

اور اُس کی کمائی کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

کیا یوٹیوب پر بلاگنگ (مواد شیئر کرنے) کے ذریعہ سے کمانا حلال ہے؟ اگر اس کے لیے کچھ شرائط وضوابط ہیں تو کیا ہیں؟ مستفتی احسن قریشی

الجوب حامدا ومصليا

یوٹیوب پر چینل بنا کر ویڈیو اَپ لوڈ کرنے کی صورت میں اگر اس چینل کے فالوورز زیادہ ہوں تو یوٹیوب، چینل ہولڈر کی اجازت سے اس میں اپنے مختلف کسٹمر کے اشتہار چلاتا ہے، اور اس کی ایڈورٹائز منٹ اور مارکیٹنگ کرنے پر ویڈو اَپ لوڈ کرنے والے کو بھی پیسے دیتا ہے۔ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر چینل پر ویڈیو اَپ لوڈ کرنے والا:

۱۔ جان دار کی تصویر والی ویڈیو اَپ لوڈ کرے، یا اس ویڈیو میں جان دار کی تصویر ہو۔

۲۔ یا اس ویڈیو میں میوزک اور موسیقی ہو۔ ۳۔ یا اشتہار غیر شرعی ہو۔

۴۔ یا کسی بھی غیر شرعی شے کا اشتہار ہو۔

۵۔ یا اس کے لیے کوئی غیر شرعی معاہدہ کرنا پڑتا ہو

تو اس کے ذریعے پیسے کمانا جائز نہیں ہے۔

عام طور اگر ویڈیو میں مذکورہ خرابیاں نہ بھی ہوں تب بھی یوٹیوب کی طرف سے لگائے جانے والے اشتہار میں یہ خرابیاں پائی جاتی ہیں، اور ہماری معلومات کے مطابق یوٹیوب کو اگر ایڈ چلانے کی اجازت دی جائے تو اس کے بعد وہ ملکوں کے حساب سے مختلف ایڈ چلاتے ہیں، مثلاً اگر پاکستان میں اسی ویڈیو پر وہ کوئی اشتہار چلاتے ہیں، مغربی ممالک میں اس پر وہ کسی اور قسم کا اشتہار چلاتے ہیں، جس میں بسا اوقات حرام اور ناجائز چیزوں کی تشہیر بھی کرتے ہیں، ان تمام مفاسد کے پیشِ نظر یوٹیوب پر ویڈیو اَپ لوڈ کر کے پیسے کمانے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ فتاویٰ شامی میں ہے:

"وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الأجماع علىٰ تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء لما يمتهن أولغيره فصنعه حرام لكل حال، لأن فيه مضاهاةً لخلق الله" (فتاویٰ شامی، ج: ۱، ص ۶۴۷، ط: سعید)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
ابوبکر سعید الرحمٰن	محمد انعام الحق	احمد یوسف
الجواب صحیح		تخصصِ فقہِ اسلامی
محمد شفیق عارف		جامعہ علوم، اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

(ماہنامہ بینات، کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ، جنوری ۲۰۲۱ء)

نام کتاب: باتیں تڑپا دینے والی مرتب: ابوعثمان ماسٹر عبدالرؤف صفحات: **240**

قیمت: **250** ناشر: مکتبہ صفدریہ، نزد مدینہ مسجد، ماڈل ٹاؤن بی بہاول پور مبصر: اخلاق احمد

ایک شہسوارِ قلم کے لیے مطالعہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا انسانی زندگی کی بقاء کے لیے ہوا اور پانی کی ضرورت ہے، مطالعہ کے بغیر قلم کے میدان میں ایک قدم بھی بڑھانا بہت مشکل ہے۔ علم انسان کا امتیاز ہی نہیں، بلکہ اس کی بنیادی ضرورت بھی ہے جس کی تکمیل کا واحد ذریعہ یہی مطالعہ ہے۔ ایک پڑھے لکھے شخص کے لیے معاشرہ کی تعمیر و ترقی کا فریضہ بھی اہم ہے، اس لیے مطالعہ ہماری سماجی ضرورت بھی ہے۔ مطالعہ استعداد کی کنجی اور صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا بہترین آلہ ہے۔ یہ مطالعہ ہی کا کرشمہ ہے کہ انسان ہر لمحہ اپنی معلومات میں وسعت پیدا کرتا رہتا ہے۔ آج لوگ لکھنے والے زیادہ اور پڑھنے والے کم ہو گئے ہیں جس کے نتیجے میں تحریر کی اثر آفرینی ختم ہو گئی ہے، اس لیے تحریر کو موثر بنانے کے لیے ضرورت ہے کہ ایک صفحہ کو لکھنے کے لیے سو صفحات کا مطالعہ ہو۔

زیرِ تبصرہ کتاب ''باتیں تڑپا دینے والی'' ہزاروں صفحات کا ایسا ہی مطالعاتی انتخاب ہے جس میں مرتب نے اپنے حاصلِ مطالعہ کے چنیدہ نکات کو مکمل حوالہ جات کیساتھ زیب قرطاس کیا ہے۔ یہ گویا مرتب کی پہلی کتاب ''اے میرے لختِ جگر'' کے بعد اس کا تتمّہ ''نورِ نظر'' ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ان شاء اللہ ایمان کو تازگی اور روح کو شادابی نصیب ہوگی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں معلومات میں اضافہ اور راہ عمل کی جستجو ہوگی وہیں اس کا مطالعہ ذوق میں بالیدگی، طبیعت میں نشاط، نگاہوں میں تیزی اور ذہن و دماغ کو تازگی بھی بخشے گا۔

اس کتاب میں جا بجا پند و نصیحت اور سبق آموز آثار و قصص ملتے ہیں کہ جن میں ایک قاری کے لیے مختلف موضوعات پر راہ نمائی موجود ہے۔ لہذا پند و نصیحت کے لیے جھوٹے، من گھڑت اور افسانوی واقعات و لطائف کے بجائے اس جیسی کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ فی زمانہ بچے بڑے، جھوٹے اور لغو افسانوں، ناولوں، کہانیوں اور قصوں میں گرفتار نظر آتے ہیں، ایسی کتابوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ جنہیں پڑھ کر عمل کا جذبہ بیدار ہو۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس طرح کا لٹریچر عام کیا جائے تا کہ جھوٹے اور مخرب الاخلاق کاموں میں وقت ضائع کرنیکے بجائے ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا جا سکے، جن میں گوناگوں دلچسپیوں کا سامان موجود ہو۔

مسافرانِ آخرت

☆ حاجی خُدا بخش ڈھڈی (جھنگ) قدیم احرار رہنما کی اہلیہ، امجد اقبال ساجد کی والدہ ماجدہ، انتقال: فروری 2021ء
☆ مولانا سید مطیع الرحمٰن عباسی رحمہ اللہ: جامعہ دارالعلوم ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مہتمم، انتقال: 3 مارچ 2021ء
☆ مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے کارکن بھائی محمد نعیم احرار کے سُسر چودھری محمد افضل، انتقال 11 مارچ 2021ء
☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے پڑوسی ابوبکر خان خاکوانی، انتقال: 20 مارچ 2021ء
☆ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ کے خاص شاگرد قاری عبدالرشید (فیصل آباد) کی اہلیہ محترمہ، انتقال: 11 مارچ
☆ جامعہ خیر المدارس ملتان کے استاذ الحدیث حضرت مولانا شبیر الحق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ انتقال: 17 مارچ 2021ء
آپ جامعہ خیر المدارس کے فاضل اور جید استاذ تھے۔ عالم باعمل اور متبعِ سنت تھے۔ تواضع، انکساری اور اخلاق میں اپنی مثال آپ تھے۔ 18 مارچ کو اس درویش خدامست کی نماز جنازہ اسٹیڈیم قاسم باغ ملتان میں ہوئی۔ ہزاروں شاگردوں، علماء اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ ہم ایک متبحر عالم دین سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے حسنات قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ (آمین)
☆ مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے کارکن حافظ محمد صدیق چوہان کی ہمشیرا نتقال: 13 فروری 2021ء
☆ مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے امیر میاں امجد حسین کے بھائی میاں محمد اسلم رحمہ اللہ، انتقال: 24 مارچ 2021ء
☆ مجلس احرار اسلام لاہور کے کارکن رانا محمد اکمل شہزاد کے بہنوئی رانا محمد خاور امین انتقال: 24 مارچ 2021ء
☆ چیچہ وطنی مرکزی انجمن تاجران کے صدر یوسف جمال ٹکا مرحوم: 25 مارچ 2021ء کو نا معلوم افراد نے اُن پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔
☆ چیچہ وطنی: جناب فرخ چیمہ ایڈووکیٹ مرحوم: مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ کے ہم زلف، مجلس احرار سوشل میڈیا انچارج محمد قاسم چیمہ کے خالو۔ انتقال: 24 مارچ 2021ء
☆ تلہ گنگ میں ہمارے قدیم رفیق فکر حاجی محمد یعقوب کے ماموں جناب محمد اکرم مرحوم، انتقال: 20 مارچ 2021ء
☆ چودھری محمد اکرام رحمہ اللہ: مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے سابق رکن، چودھری محمد اکرام رحمہ اللہ، 17 مارچ 2021ء لاہور میں انتقال کر گئے۔ مجلس احرار سے اُن کی رفاقت لازوال تھی، وہ 80 برس کی تاریخ اور جدوجہد احرار کے عینی شاہد وامین تھے۔ انہوں نے مجلس احرار کے تمام بانی رہنماؤں کو قریب سے دیکھا اور سنا جماعت کی تحریکوں میں حصہ لیا۔ ایک بہادر اور وفادار کارکن کی حیثیت سے تاعمر احرار کے ساتھ وابستہ رہے۔ اس وقت وہ احرار کے بزرگ ترین رہنماؤں میں تھے۔ 18 مارچ 2021ء کو دارالعلوم عثمانیہ اچھرہ میں راقم (سید محمد کفیل بخاری) نے اُن کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب امیر ملک محمد یوسف، ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس ناظم لاہور، قاری محمد قاسم جمعیت علماء اسلام لاہور کے رہنما مولانا جمال عبدالناصر اور بڑی تعداد میں احرار کارکنوں اور شہریوں نے شرکت کی، اللہ تعالیٰ، چودھری محمد اکرام صاحب کی مغفرت فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔
☆ مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے سابق سالار عبدالعزیز رحمہ اللہ کے پوتے، محمد خالد عزیز رحمہ اللہ کے بیٹے، محمد معاویہ خالد رحمہ اللہ انتقال: 20 مارچ 2021ء

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں، درجات بلند فرمائیں اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائیں۔ آمین

بیاد: مجددِ بنی ہاشم سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ (رجسٹرڈ)

MADRSAH MAMURAH

DAR-E-BANI HASHIM, MEHRBAN COLONY,
MULTAN.(PAKISTAN)

(RM/01/2014-15/184)

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان | 0300- 6326621 061- 4511961 | قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

مکرم ومحترم جناب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ مع الخیر ہوں گے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جملہ شرور وفتن سے محفوظ فرمائیں، صحت وسلامتی عطاء فرمائیں اور دنیا وآخرت میں اپنی رضا نصیب فرمائیں۔(آمین)

"مدرسہ معمورہ" ملتان، حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے۔ جسے حضرت کے سالِ وفات 1961ء میں آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے قائم فرمایا۔اور اب ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم اس ادارے کی سرپرستی فرمارہے ہیں الحمد للہ! اس دینی ادارے میں وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق حفظِ قرآن، تعلیم حدیث وفقہ اور دین کی اشاعت وتبلیغ کا کام جاری ہے اور سینکڑوں طلباء حفظِ قرآن کی نعمت سے سرفراز ہوچکے ہیں۔

★ جنوری 2004ء میں اللہ کی توفیق سے مدرسہ سے ملحق ایک کنال پر مشتمل عمارت خریدی گئی لیکن اس سے طلباء کی درس گاہوں اور رہائش کی ضرورت پوری نہیں ہورہی تھی۔طلباء کی تعداد میں اضافے کے پیش نظر دو کروڑ روپے کی لاگت سے بیسمنٹ، دار القرآن، دفاتر اور لائبریری پر مشتمل چار منزلہ عمارت کی تعمیر الحمد للہ مکمل ہوچکی ہے۔ جبکہ دار الحدیث اور درجہ کتب کی دیگر درسگاہوں کی تعمیر باقی ہے۔ مدرسہ معمورہ اور جامعہ بستان عائشہ کی الگ الگ نئی عمارتوں کی تعمیر پر تقریباً پانچ کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔

"جامعہ بستانِ عائشہ" 1990ء میں جامعہ بستانِ عائشہ قائم کر کے بچیوں کی تعلیم کا آغاز کیا گیا جس میں وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق حفظِ قرآن، درس نظامی، میٹرک اور تعلیم بالغاں کے شعبوں میں چار سو طالبات تعلیم حاصل کررہی ہیں۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے اپنا رہائشی مکان مدرسہ کے لیے وقف کیا جسے گرا کر جامعہ بستانِ عائشہ کی تعمیر جدید کی گئی۔

مدرسہ کا ماہانہ خرچ (16,60,000) سولہ لاکھ ساٹھ ہزار روپے اور سالانہ بجٹ تقریباً (20,000,000) دو کروڑ روپے ہے۔ تعمیرات کا خرچ اس کے علاوہ ہے۔تدریسی وغیر تدریسی عملہ کی تنخواہیں، طلباء کی درسی کتب، خوراک، لباس، علاج، ماہانہ وظائف مدرسہ ادا کرتا ہے۔

آپ کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنی زکوٰۃ وصدقات، فطرانہ، عشر اور عطیات مدرسہ معمورہ کو عنایت فرمائیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت کو قبول فرمائے اور اس صدقۂ جاریہ کا بیش بہا اجر آپ کو عطا فرمائے۔(آمین)

☆ آپ پہلے بھی تعاون فرماتے ہیں مگر موجودہ حالات اور مشکلات کا تقاضا ہے کہ اس مرتبہ زیادہ توجہ فرمائیں اور تعاون میں اضافہ فرمائیں۔

گندم کا موسم شروع ہے۔ مدرسہ میں تقریباً سالانہ 1000 من گندم خرچ ہوتی ہے۔آپ سے درخواست ہے کہ گندم کا عشر زیادہ سے زیادہ عنایت فرمائیں۔امید ہے آپ اس خالص دینی درخواست کو قبول فرمائیں گے۔تعاون آپ فرمائیں، دعا ہم کریں گے اور اجر اللہ تعالیٰ عطاء فرمائیں گے۔(ان شاء اللہ)

والسلام
سید محمد کفیل بخاری
مہتمم مدرسہ معمورہ

ترسیل زر کے لیے:

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ

بنام مدرسہ معمورہ، کرنٹ اکاؤنٹ نمبر

5010030736200010 برانچ کوڈ 0729

دی بینک آف پنجاب، کچہری روڈ ملتان

بذریعہ منی آرڈر: سید محمد کفیل بخاری، مہتمم مدرسہ معمورہ، دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی، ملتان 0300-6326621 , 061-4511961

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱) ...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز
Head Office: Canal View, Lahore
اَلْحَمْدُلِلّٰہِ!
فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ
آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس